بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سیّد محبوب حسن واسطی

حضور ﷺ کا تعلیمی انقلاب
(۳)

﴿تدوینِ حدیث﴾

اِسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں جو علوم مدوّن ہوئے اُن میں تدوین قرآن مجید کے بعد بلکہ ساتھ ساتھ ہی تدوین حدیث کو اہم درجہ ملا کہ فہم اسلام و اشاعت دین اور مملکتِ اسلامیہ کا غلبہ اس کے بغیر ممکن نہ تھا۔ لہٰذا تدوین قرآن مجید کے تفصیلی بیان کے بعد اب مناسب ہے کہ تدوین حدیث کے موضوع پر گفتگو کی جائے، لیکن اس سے قبل کہ تدوینِ حدیث کے مختلف مراحل اور تاریخ تدوین حدیث کا بیان ہو بہتر ہے کہ حدیث کے بارے میں بعض ابتدائی ضروری باتیں عرض کی جائیں اور بعض اہم مباحث پر روشنی ڈالی جائے۔

لفظ حدیث۔ قرآنی استعمال

قرآن مجید میں لفظ حدیث استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ أَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا۔(۱)

(وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی

بی بی سے چپکے سے ایک بات فرمائی۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو لفظ حدیث سے تعبیر فرمایا ہے۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے احوال بیان کرتے ہوئے کہ اللہ پاک کے فرشتے انسانوں کی شکل میں مہمان بن کر اُن کے پاس آئے، یہی لفظ حدیث استعمال ہوا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا۔ (۲)

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے (اور یہ قصہ اس وقت تھا) جب وہ (مہمان) اُن کے پاس آئے اور پھر ان کو سلام کیا۔

اسی طرح لفظ حدیث بمعنی احوال استعمال کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں ارشاد باری ہے:

وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ (۳)

اور کیا آپ کو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام کے قصے) کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ اُنہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی۔ سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔

گزشتہ تین آیات میں لفظ "حدیث" جس طرح استعمال ہوا ہے اُس سے معلوم ہوا کہ حدیث کبھی از قبیل اقوال اور کبھی از قبیل افعال واحوال ہوتی ہے۔

استعمال لفظ حدیث کتب احادیث میں

کتبِ احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات کے لئے لفظ حدیث کا استعمال پسند فرماتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۴) نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

یا رسول اللّٰہ مَن اسعد الناس بشفاعتك یوم القیمۃ۔

یارسول اللہ (ﷺ)! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے سلسلے میں سب سے زیادہ نیک بخت کون ہوگا؟

حضرت ابوہریرہؓ کے اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لقد ظننت یا اباهريره الا یسئلنی احدٌ عن هذا الحديث اوّل منك لما رأيت من حرصك على الحديث۔

اے ابوہریرہؓ! مجھے گمان تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے اس بارے میں اور کوئی سوال نہ کرے گا کہ میں تم میں حصول حدیث کا شوق اور حرص دیکھتا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے اُن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اسعد الناس بشفاعتی يوم القيمة من قال لا اله اِلاّ اللّٰه خالصاً من قبل نَفْسِهٖ۔ (۵)

قیامت کے دن میری شفاعت کو سب سے زیادہ حاصل کرنے والا وہ ہوگا جس نے لا الہ الا اللہ صدقِ دل سے اور خلوص کے ساتھ کہا ہو۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "حرصك على الحديث" ارشاد فرما کر ایک طرف حضرت ابوہریرہؓ کے حصول علم حدیث کے شوق کی تعریف کی، دوسری طرف اپنے ارشاد کو لفظ حدیث سے تعبیر فرمایا۔

حدیث کی تعریف

علامہ بدرالدین عینیؒ علم حدیث کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

علمٌ يعرف به اقوال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و اَفعالهٗ وأَحواله۔ (۶)

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال واحوال کے بارے میں معرفت حاصل کی جاتی ہے۔

مگر اس تعریف کی رو سے شمائل نبویہ اور تقریرات نبویہ ﷺ بظاہر خارج رہتی ہیں،

حالانکہ وہ بھی احادیث ہیں۔ اس لئے علامہ سخاویؒ نے اس تعریف کو ذرا اور عام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هو علم يعرف به مانسب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قولاً أوفعلاً أوصفةً أوتقريراً۔ (۷)

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کسی قول یا فعل یا صفت یا تقریر کی معرفت حاصل کی جاتی ہے۔

قول سے مراد آپ ﷺ کا کوئی ارشاد، فعل سے مراد آپ ﷺ کا کوئی عمل، صفت سے مراد آپ ﷺ کی کوئی خصلت اور تقریر سے مراد آپ ﷺ کا سکوت۔ یعنی آپ ﷺ کے روبرو کسی نے کوئی بات کہی اور وہ بات سن کر آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا اور اپنی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔ اگر وہ بات ناجائز ہوتی تو آپ ہرگز سکوت نہ فرماتے۔ سکوت کی دوسری شکل یہ ہے کہ وہ بات آپ ﷺ کے روبرو نہیں کہی گئی بلکہ آپ ﷺ کے دور میں کہی گئی اور آپ کے علم میں آگئی لیکن علم میں آجانے کے باوجود آپ ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ سکوت کی تیسری شکل یہ ہے کہ کسی شخص نے آپ کے روبرو کسی فعل کا ارتکاب کیا اور آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ سکوت اختیار فرمایا اور سکوت کی چوتھی شکل یہ ہے کہ آپ کے دور میں کسی نے کوئی عمل کیا اور وہ عمل آپ کے علم میں آگیا لیکن معلوم ہونے کے باوجود بھی آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہ چاروں صورتیں تقریراتِ نبویہ ﷺ کہلاتی ہیں اور حدیث کی تعریف میں داخل ہیں، چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۸) مسلم شریف (۹) کی اپنی معرکۃ الآرا شرح فتح الملہم (۱۰) میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وصورته ان يسكت النبى صلى الله عليه وسلم عن انكار قول قيل بين يديه أوفى عصره وعلم به اوسكت عن انكار فعل فعل بينَ يديه أوفى عصره و علم به فان ذلك يَدلّ على الجواز و ذٰلك كاَ كل العنب بين يَديه ۔ (۱۱)

اور اس تقریر یا سکوت کی صورت یہ ہے کہ آپ کے روبرو کوئی بات کہی جائے اور آپ اس پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر نہ فرمائیں یا آپ کے دور میں کوئی بات کہی

جائے اور وہ قول آپ کے علم میں آجائے۔ اس کے باوجود آپؐ کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمائیں یا کوئی عمل آپ کے روبرو کیا جائے اور آپ اُس پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر نہ فرمائیں یا آپ کے دور میں کوئی عمل کیا جائے اور آپ کے علم میں آجائے اور آپ سکوت اختیار فرمائیں۔ آپ کا یہ سکوت اور ناپسندیدگی ظاہر نہ فرمانا اس قول یا فعل کے جائز ہونے کی نشانی ہے جیسے آپ کے روبرو انگور کھایا جانا۔

بعض اہل علم صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے قول و فعل و تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں، چنانچہ اُستاذی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۲) حدیث کی تعریف کو مزید عام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے قول و فعل و تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر واثر بھی کہہ دیتے ہیں۔ (۱۳)

البتہ یہ حضرات اس طرح فرق کرتے ہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اُسے "حدیث مرفوع" کہتے ہیں۔ جس میں کسی صحابیؓ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اُسے "حدیث موقوف" کہتے ہیں اور جس میں کسی تابعیؒ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اُسے "حدیث مقطوع" کہتے ہیں۔

حدیث کے مختلف نام:

حدیث۔ خبر۔ اَثر۔ سنّت

ان چار الفاظ کے فرق کو ظاہر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

الحدیث ما أُضیف الی النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فیختصّ بالمرفوُع عند الا طلاق ولا یُرا دبه الموقوف اِلاّ بقرینةٍ وامّا الخبر فانَّه اعمّ لانہٗ یُطلق علی المرفوع والموقوف ۔ فیشمل ما أُضیف الی الصحابة والتابعین و علیه یُسمیٰ کل حدیث خبراً و لا یُسَمّی کل خبر حدیثاً ۔ (۱۴)

"حدیث وہ ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے۔ چنانچہ

جب یہ لفظ مطلق بولا جائے تو حدیث مرفوع کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ جب تک کوئی خاص قرینہ اور وجہ موجود نہ ہو، اس سے حدیث موقوف مراد نہیں ہوتی اور جہاں تک لفظ خبر کا تعلق ہے وہ بہ نسبت لفظ حدیث زیادہ عام ہے، کیونکہ لفظ خبر حدیث مرفوع اور حدیث موقوف دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ لفظ خبر حضراتِ صحابہ کرامؓ اور حضراتِ تابعینؒ دونوں کی طرف منسوب کو شامل ہے اور اِسی فرق کی بنیاد پر ہر حدیث کو لفظ خبر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ ہر خبر حدیث نہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں۔

وقد اَطلق بعضَ العلماء الحديث على المرفوع والموقوف فيكون مرادفاً للخبر وقد خصّ بعضهم الحديث بماجاء عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم والخبر بماجاء عن غیرہ فیکون مبائناً لِلخَبر و اَمّا الا ثر فانّه مرادف للخبر فیطلق علی المرفوع والموقوف ۔ و فقهاء خراسان یَسمّون الموقوف بالاثر والمرفوع بالخبر ۔ (۱۵)

بعض علما لفظ حدیث مرفوع و موقوف دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اُن کے نزدیک لفظ حدیث و خبر ہم معنی ہیں جبکہ بعض اہل علم حدیث صرف اُسے کہتے ہیں جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اور خبر اُسے جس کی نسبت آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف ہو، تو اُن کے نزدیک حدیث اور خبر دو مختلف چیزیں ہیں اور جہاں تک لفظ "اثر" کا تعلق ہے تو وہ خبر کے ہم معنی ہے اور وہ حدیث مرفوع و موقوف دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ خراسان کے فقہا یہ فرق کرتے ہیں کہ وہ حدیث موقوف کے لئے لفظ "اثر" استعمال کرتے ہیں اور حدیث مرفوع کے لئے لفظ "خبر"۔

وَامّاا السُّنّة فَتطلق فی الاکثر علیٰ ما اُضیف اِلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم مِن قولٍ اَوفعل اوتقریرٍ فهی مرادفة للحدیث عند

علماء الاصول وھی اعمّ منه عند من خصّ الحدیث بما اُضیف الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من قولٍ فقط۔ (۱۶)

اور جہاں تک لفظ "سنّت" کا تعلق ہے تو اکثر اس کا استعمال اُس قول یا فعل یا تقریر کیلئے ہوتا ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔ اس طرح علما اصول حدیث کے نزدیک لفظ سنّت اور لفظ حدیث ہم معنی ہیں اور یہ اُن حضرات کے قول کے مقابلہ میں عام ہے جو لفظ حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف قولی حدیث کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔

صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ مخضرمینؒ۔ تبع تابعینؒ

شارحین حدیث اکثر یہ چار الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ آیئے فرق معلوم کریں کہ صحابی کون ہے اور تابعی کون؟ اور مخضرمین کون ہیں اور تبع تابعین کون؟

مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ خلیفۂ خاص مجدّدِ ملت مولانا سیّد احمد بریلویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

بہ ایمان لقائے نبی ہر کہ کرد و مردہ بہ ایماں صحابی ست فرد
اگر دید اصحاب را ہم چنیں ورا تابعی گفتہ اہل یقیں (۱۷)

صحابی وہ ہے جس نے بہ حالت ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی اُس کا خاتمہ ہوا ہو اور اہل یقین کی نظر میں "تابعی" وہ ہے جس نے کسی صحابی سے اِسی طرح ملاقات کی ہو۔

اسی طرح "تبع تابعی" وہ ہے جس نے کسی تابعی سے مذکورہ طور پر ملاقات کی ہو۔ اس سلسلے میں اہل علم کے زیر استعمال ایک چوتھا لفظ "مخضرمین" کا بھی ہے۔ حضرت علامہ ابن حجرؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

الّذین ادرکوا الجاهلیة والاسلام ولم یروفی خبرٍ قطّ انهم اجتمعوا بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ولا رواه سواءٌ اسلموا فی حیاته ام لا وهٰؤلاء لیسوا اصحابه باتفاق من اهل العلم

بالحدیث ۔ (نجاشی) (۱۸)

''مخضر مین'' وہ حضرات ہیں جنہوں نے جاہلیت (قبل اسلام) اور اسلام دونوں زمانے پائے مگر یہ کہیں روایت میں نہیں آتا کہ اُن کی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہو یا اُنہوں نے آپ سے روایت کی، خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسلمان ہوئے ہوں یا بعد میں۔ علماءِ حدیث کی نظر میں یہ حضرات بالاتفاق صحابہ نہیں ہیں۔ (جیسے نجاشیؒ)

اور ان کے بارے میں مولانا محمد اویس نگرامی ندوی فرماتے ہیں:

صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کے درمیان ایک طبقہ مخضر مین کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو دیکھا مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات نہ حاصل کر سکے۔ ان کا شمار بڑے درجے کے تابعین میں ہے خواہ عہد نبوی میں ایمان لائے ہوں یا بعد کو۔ جیسے نجاشی۔ (۱۹)

حدیث کی وجہ تسمیہ

حدیث بمعنی ''جدید''۔ ''نیا'' لفظ قدیم کے بالمقابل بولا جاتا ہے بمعنی پرانا۔ حَدَثَ (باب نصر ینصر) نو پیدا ہونا۔ نیا ہونا اور قدم (باب کرم یکرم) پُرانا ہونا۔ حدیث کی جمع حداث، حُدثاء، احادیث، حِدثان (ح کا زیر) اور حُدثانِ (ح کا پیش) آتی ہے۔ جبکہ قدیم کی جمع قدماء، قدامی اور قدائم آتی ہے۔ حَدَثَ عموماً دال کے زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن جب قدم کے ساتھ مقابلے کے لئے استعمال ہو تو دال پر پیش آجاتا ہے۔ محاورے میں کہتے ہیں اَخذنی ما قدُمَ و ما حَدُثَ : دونوں جگہ دال پر پیش (مجھے نئے پرانے غموں نے گھیر لیا)۔ (۲۰)

جس طرح خلق و تکوین۔ وحدت۔ حیات۔ علم۔ ارادہ۔ سمع و بصر۔ کلام۔ قدرت اللہ پاک کی صفاتِ کمالیہ ہیں اِسی طرح ''قِدم'' (ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا یعنی قدیم ہونا) بھی اُس کی ایک کمالی صفت ہے۔ اللہ پاک قدیم ہے: ازلی ہے (ہمیشہ سے ہے) ابدی ہے (ہمیشہ رہے گا)۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

هُوَا لْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۔ (۲۱)

وہی اوّل ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی۔

یعنی نہ اُس پر "عدم سابق" طاری ہوا اور نہ "عدمِ لاحق" طاری ہوگا۔ کوئی اُس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تو خالق کائنات جو قدیم ہے اُس کا کلام بھی قدیم (یعنی قرآن مجید) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی جو مخلوق (اشرف من اشرفِ المخلوقات) ہیں اُن کا کلام (یعنی احادیث) بھی بمقابلہ قرآن مجید غیر قدیم (حدیث وجدید)۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

المراد بالحدیث فی عرف الشّرع ما یضاف الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم، وکانه' اُرید بهٖ مقابلة القرآن لانّه' قدیم" ...... (۲۲)

عرفِ شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے۔ گویا اس سے مراد ہے جو حدیث وجدید ہے بمقابلہ قرآن جو قدیم ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حدیث کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک انتہائی خوبصورت نکتہ بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے سورۃ الضحیٰ میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تین احسانات یاد دلائے ہیں:

۱۔ **الم یجدك یتیماً فاویٰ۔**

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔

۲۔ **وَوَجدك عائلاً فاغنیٰ۔**

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا، سو مالدار بنادیا۔

۳۔ **وَ وَجدك ضالاً فهدیٰ۔**

اور اللہ پاک نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا، سو آپ کو شریعت کا راستہ بتادیا۔

پہلا احسان یتیمی کے بعد ٹھکانا عطا کرنا۔ دوسرا احسان تنگدستی کے بعد فراخی عطا کرنا اور تیسرا بے خبری کے بعد باخبر بنادینا۔ اب ان تین احسانات بیان فرمانے کے بعد بتایا کہ اُن کا بدلہ کیسے ادا کرنا ہے۔

۱۔ **فامّا الیتیم فلاتقهر۔**

تو آپ اُس کے شکرئے میں یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ پہلے احسان کا بدلہ،

۲۔ وَاَمّا السَّائل فلاتنھر۔

اور سائل کو مت جھڑ کئے۔ دوسرے احسان کا بدلہ

۳۱۔ وَامّا بنعمة ربّك فحدّث۔

اور اپنے رب کے مذکورہ انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔ تیسرے احسان کا بدلہ

احسانات یاد دلاتے وقت احسان نمبر ۳ کو نمبر ۲ کی جگہ رکھا ہے یعنی یہاں اور آخری تین آیات میں لف و نشر مرتب نہیں بلکہ لف و نشر مشوّش ہے کہ آیت ۶ کا تعلق آیت۔۹ سے ہے، آیت۔۷ کا تعلق آیت۔۱۱ سے ہے اور آیت۔۸ کا تعلق آیت۔۱۰ سے ہے۔ تو آخری آیت وَامّا بنعمة ربك فحدث کے معنی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نزدیک یہ ہوئے۔

حق هذهِ النّعمة الجسمية الّلتی هی الهداية بعد الضّلال (وكان ليس ماسواها فی جنبها نعمته) ليس الاّ ان تحدّث بها عباد اللّٰه تعالىٰ وتشيعها فيهم و تبيّن لهم ما نزّل اليهم وظاهر اِن اقواله و افعاله' صلى اللّٰه عليه وسلم اللّتی سمّينا ها احاديث انّما جلّها شرح' وتبيين' بماهداهَ اللّٰه تعالىٰ بها وتحديث و تنويته بما انعم اللّٰه عليه من صنوف الهداية وفنون الارشاد۔ واللّٰه تعالىٰ اعلم بالصواب۔ (۲۳)

شریعت سے آپ کے بے خبر ہونے کے بعد آپ کی من جانب اللہ شریعت سے باخبر ہونے کی اس عظیم نعمت (اور گویا اس عظیم نعمت کے مقابلے میں دوسری نعمتیں ہیچ ہیں) کا تقاضا یہ ہے کہ آپ (بذریعہ احادیث) اللہ تعالیٰ کے بندوں تک یہ شریعت پہنچائیں (فحدّث۔ احادیث)۔ لوگوں میں اس کی اشاعت کریں اور جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے اس کی توضیح و تشریح فرمائیں اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال جنہیں ہم حدیث کہتے ہیں وہ اکثر انہی احکام الٰہی و ہدایاتِ ربانی کی تشریح و تبیین اور تحدیث نعمت ہے"۔

قرآن و حدیث کا باہم گہرا ربط

اِن اَحادیث کے قرآن کریم کی تشریح، تبیین و توضیح ہونے کا ذکر خود قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ O (۲۴)

''اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ (اس میں) جو ہدایات لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہیں وہ ہدایات آپ اُن کو واضح کر کے سمجھادیں اور تاکہ وہ ان میں غور و فکر کیا کریں۔''

یعنی جہاں قرآن کریم کی آیات مبہم اور غیر واضح ہیں اور اُن کا مطلب سمجھنا مشکل ہے وہاں حدیث کی مدد سے اُن کا مطلب سمجھا جاسکتا ہے اور آیت کا جو مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں وہ بھی شرعاً واجب العمل ہوگا اور وحی ہوگا اور اس میں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم در حقیقت اطاعتِ ربانی ہوگی۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (۲۵)

جس شخص نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اُس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد تعلیم کتاب اور تشریح مضامین کتاب بھی تھا۔ اور آپ ﷺ کسی قرآنی مضمون کی تشریح اپنی طرف سے نہ فرماتے تھے، بلکہ بحکم الٰہی فرماتے تھے اور وہ تشریح بھی وحی کا حصہ ہوتی تھی۔ چنانچہ قرآنی ارشاد ہے:

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی O (۲۶)

اور نہ آپ اپنی خواہشاتِ نفسانی سے باتیں بتاتے ہیں۔ اُن کا ارشاد نری وحی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے۔

فرق یہ ہے کہ قرآنی وحی، وحی متلو (تلاوت کی جانے والی وحی) کہی جاتی ہے اور بذریعہ احادیث قرآنی مضامین کی آپ کی تشریح وحی غیر متلو (تلاوت نہ کی جانے والی وحی) کہی جاتی ہے اور ان دونوں طرح کی وحی میں اتنا گہرا رشتہ ہے کہ دوسری قسم کی وحی کی مدد لئے بغیر پہلی پر عمل ممکن نہیں ہے۔ درج ذیل چند مثالوں سے یہ بات واضح ہوگی۔

ا۔ قرآنی حکم ہے کہ نماز فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔ اُس کے مقررہ اوقات ہیں، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ج اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً مَّوْقُوْتاً O (۲۷)

تو نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے لگو۔ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔

مگر قرآن کریم میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ ابتدا و انتہا کے اعتبار سے اِن پانچ فرض نمازوں کے کیا مقررہ اوقات ہیں۔ ہر فرض نماز کی کیا تعداد رکعات ہیں۔ کیا پہلے قیام، پھر رکوع اور پھر سجدہ ہے (ارکان کی کیا ترتیب ہے) اور قیام میں کیا پڑھنا ہے۔ رکوع میں کیا اور سجدے میں کیا اور کیا ایک سجدہ ہے یا دو، ایک رکوع ہے یا دو۔ اگر نماز میں سہو ہو جائے تو کیا کریں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری تفصیل و تشریحات احادیث میں موجود ہیں۔

۲۔ قرآن کریم نے مختصراً یہ بیان فرمادیا کہ مالدار کے مال میں محتاج و مسکین کا حق ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ O لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ O (۲۸)

اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا۔

مگر قرآن کریم میں کہیں اُس مقررہ حصے کا تفصیلی بیان نہیں ہے کہ وہ ڈھائی فیصد ہے (مثلاً سونا۔ چاندی۔ مال تجارت، نقد رقوم، شیئرز، بینک ڈپازٹس، بانڈز وغیرہ پر) یا پانچ فیصد (مثلاً چاہی زمین کی پیداوار پر) یا دس فیصد (مثلاً بارانی زمین کی پیداوار پر) یا بیس فیصد (مثلاً کان اور دفینے پر)، کس صورت میں محتاج و مسکین کا کیا حق ہے؟ نہ کہیں قرآن کریم میں یہ بیان ہے کہ وہ کم از کم کتنا مال ہے جس پر زکوٰۃ ہے اور یہ کہ زکوٰۃ ہر چھ ماہ بعد دینی ہے یا سال بھر بعد، سوائم (چرنے والے جانوروں) کی کیا زکوٰۃ ہے اور اونٹوں کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے (مثلاً پانچ اونٹ) گائے بیل اور بھینس کی کم از کم کتنی تعداد ہے جس پر زکوٰۃ ہے (مثلاً تیس)۔ بھیڑیں اور بکریاں کم از کم کتنی ہوں جن پر زکوٰۃ ہے، یعنی اُن کا کیا نصاب ہے (مثلاً چالیس) وغیرہ قرآن کریم میں کہیں یہ تفصیلات نہیں۔ مگر یہ تمام تفصیلات احادیث میں موجود ہیں گویا وہ مذکورہ قرآنی آیت کی تشریحات ہیں جن کی مدد کے

بغیر قرآنی آیت پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ قرآن کریم کی جب درج ذیل آیت نازل ہوئی کہ رمضان المبارک کی راتوں میں روزہ دار کب تک کھا پی سکتا ہے اور کب کھانا پینا بند کر دینا چاہیے۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ۔ (۲۹)

اور کھاؤ پیو اُس وقت تک کہ تم کو سفید خط (نور) نہ متمیز ہو جائے سیاہ خط سے۔

تو حضرت عدیؓ بن حاتمؓ (حاتم طائی کے صاحبزادے) نے ایک سفید دھاگہ اور ایک سیاہ دھاگہ لیا اور سوتے وقت اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

اخذ عدیؓ عقالاً ابیض و عقالاً اسود حتّٰی کان بعض الیل نظر فلم یستبینا فلمّا اصبح قال یا رسول اللّٰہ جعلت تحت وسادتی عقالین قال اِنّ وسادتك لعریض۔ اِنّ الخیط الابیض والا سود تحت وسادتك۔ لابل ھوسوا دالليل و بیاض النھار۔ (۳۰)

حضرت عدیؓ نے ایک سفید دھاگہ اور ایک سیاہ دھاگہ لیا (اور سوتے وقت اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا) جب رات کا کچھ حصہ باقی رہا تو دیکھا کہ وہ دونوں واضح نہیں ہوئے۔ پھر جب صبح ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے دونوں (سفید و سیاہ دھاگے) رکھے تھے، لیکن مجھے صاف نظر نہیں آئے۔ آپ نے (مزاحاً) فرمایا تو پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہوگا کہ صبح کا سفید خط اور سیاہ خط تمہارے تکیے کے نیچے آگیا۔ پھر آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی (صبح صادق ہے) چنانچہ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بعد میں آیت میں لفظ "من الفجر" بھی نازل ہو گیا۔

تو اس مثال میں آپ نے دیکھا کہ حدیث شریف کی تشریح سے آیت قرآنی کس طرح واضح اور قابل عمل ہو گئی۔

۴۔ سونا چاندی یا مال و دولت جمع کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں ان شدید

الفاظ میں وعید نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَايُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ O (۳۱)

اور جو لوگ سونا، چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ اُن کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

کَبُر ذلك علی المسلمین۔

یہ آیت مسلمانوں کو کافی بھاری محسوس ہوئی۔

اور انہوں نے کہا پھر تو ہم اپنے مرنے کے بعد اپنے بچوں کے لئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے مسلمانوں کی تشویش دیکھتے ہوئے اُنہیں اطمینان دلایا اور کہا اچھا میں اس آیت کا مطلب پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں، چنانچہ وہ چلے تو حضرت ثوبانؓ بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا:

یا نبی اللّٰه ! اِنّه قد کَبُر علیٰ اَصحابك هذهِ الآیة۔

یا نبی اللہ ﷺ! آپ کے صحابہؓ کو یہ آیت بڑی بھاری محسوس ہو رہی ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

اِنّ اللّٰه لم یُفرض الزکوة الاّ لِیُطیب بها ما بقی من اَموالکم ۔(۳۲)

کہ اللہ پاک نے زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے کہ (زکوٰۃ نکالنے کے بعد) تمہارا بقیہ مال و دولت پاکیزہ ہو جائے۔

یعنی آیت میں جو سخت عذاب کی وعید ہے وہ اُس سونا چاندی اور مال و دولت ذخیرہ کرنے پر ہے کہ آدمی اپنے اُس مال میں سے غریب کا حق ادا نہ کرے اور بس مال جمع کرنے کی حرص میں اندھا ہو جائے اور اگر مال میں جو غریب کا حق بنتا ہے وہ اُسے ادا کر دیا جائے تو اب سارا مال پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ اس ذخیرہ کرنے کے زمرے میں نہیں آتا۔ تو بذریعہ حدیث اس قرآنی آیت کی تشریح ہو گئی۔

۵۔ قرآنِ کریم میں ہر برے کام پر سزا دیئے جانے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَ بِهٖ ۔ (۳۳)

جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو متعدد صحابہؓ کو یہ آیت بڑی بھاری محسوس ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پریشان ہو کر حضور ﷺ سے اس کا مطلب پوچھا۔

یا رسول اللّٰہ ! کیف الفلاح بعد ھذہٖ الآیۃ ۔ فکل سوءٍ عملناہ‘ جزینابہ ۔ (۳۴)

اے اللہ کے رسول! اس آیت کے نزول کے بعد اب فلاح و کامیابی کی صورت کیا رہ گئی۔ ہم کو تو ہر برائی پر سزا دی جانی ہے۔

ان کی پریشانی دیکھتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے آیت کی تشریح فرمائی:

غفر اللّٰہ لك یا ابابکر ۔ الست تمرض ۔ الست تنصب ۔ الست تحزن ۔ الست تصیبك الا دواء ۔

اے ابو بکرؓ! اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ کیا تم کبھی بیمار نہیں پڑتے۔ کیا کبھی مشقت نہیں جھیلتے۔ کیا تم پر کبھی کوئی غم کی کیفیت نہیں آتی۔ کیا تمہیں کبھی اور کوئی دکھ نہیں ہوتا؟

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہاں ایسا تو ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فھو ما تجزون بہ ۔

تو بس آیت میں ایسی چھوٹی موٹی برائی پر ایسی ہی چھوٹی موٹی سزا کا ذکر ہے جس سے وہ برائی دُھلتی رہتی ہے۔

آپ کی اس تشریح کے بعد وہ مطمئن ہوئے۔ یہ مذکورہ آیات اور قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات ایسی ہیں کہ بذریعہ احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تشریح فرمائی ورنہ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے ان پر عمل ناممکن ہو جاتا۔ اس طرح آپ نے دیکھا کہ قرآنی آیات اور حدیث رسول ﷺ کا باہم ربط کتنا گہرا ہے اور احادیث کتنی بڑی دینی ضرورت پوری کرتی ہیں۔

عنوانِ باب۔ ترجمۃ الباب، سندِ حدیث۔ متن حدیث

حضرت امام بخاریؒ (۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری میں درج ذیل حدیث اس طرح بیان فرمائی اور یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے۔

بابُ قَول اللّٰهِ وَنَضَعُ الموازين القسط ليوم القيمة وانّ اَعمال بنی آدم و قَولهم يُوزن حَدثنا احمد بن اشكاب حَدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالىٰ عنه قال قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كلمتان حبيبتان اِلى الرّحمٰنِ خَفِيفَتانِ على اللّسانِ ثقيلتانِ فی الميزانِ سبحان اللّٰه وبحمدهٖ۔ سبحان اللّٰه العظيم۔ (۳۵)

اس عربی عبارت کو آپ چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصے کا نام عنوانِ باب دوسرے حصے کا نام ترجمۃ الباب، تیسرے کا سندِ حدیث اور چوتھے کا متن حدیث ہے۔

۱۔ عنوان باب: (یا اِسم الباب) اور یہ ابتدائی عربی عبارت کا یہ حصہ ہے۔

باب قول اللّٰه وَنَضَعُ الموازين القسط ليوم القيمة

باب: اللہ پاک کا یہ قول کہ ہم قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کریں گے۔

حدیث بیان کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے جو باب قائم کیا یہ اُس باب کا نام یا عنوان ہے۔ اور یہ سورۃ الانبیا کی آیت۔ ۴۷، کا ایک ٹکڑا ہے۔ گویا آئندہ آنے والی حدیث اِس قرآنی آیت کی تشریح اور اُس کا مزید ثبوت ہے۔

۲۔ **ترجمة الباب : وَاَنّ اَعمالَ بنی آدم و قولهم يُوزنُ**

اس امر کا بیان کہ روزِ قیامت لوگوں کے اعمال واقوال تولے جائیں گے۔

یہ امام بخاریؒ کے اس باب قائم کرنے کا مقصد ومنشا ہے کہ وہ اس باب کے تحت درج ذیل حدیث سے عقیدۂ وزنِ اعمال واقوال ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ **سند حديث : حدثنا احمد بن اشكاب .... عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالىٰ عنه ......**

یہاں اُن پانچ واسطوں کا ذکر ہے جن کے ذریعے امام بخاریؒ کو یہ حدیث پہنچی۔ یعنی امام بخاریؒ نے یہ حدیث اپنے اُستاد احمد بن اشکاب سے سنی۔ اُنہوں نے اپنے اُستاد محمد بن فضیل سے، اُنہوں نے حضرت عمارہ سے روایت کی۔ اُنہوں نے ابوزرعہ سے اور اُنہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے۔

۴۔ متن حدیث (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

کلمتان حبیبتان اِلی الرّحمٰنِ خَفیفَتانِ علی اللّسانِ ثقیلتانِ فی المیزانِ سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ۔ سبحان اللّٰہ العظیم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کلموں (**سبحان اللّٰہ وبحمدہ ۔ سبحان اللّٰہ العظیم**) کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دو کلمے اللہ پاک کو بے حد پسند ہیں۔ گو یہ دونوں کلمے زبان پر بڑے ہلکے ہیں کہ بہ آسانی ادا ہو جاتے ہیں، لیکن روز قیامت میزان عدل میں بڑے بھاری ہیں کہ اُن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

۵۔ **مناسبۃٌ لترجمۃ الباب** : متن حدیث کے مطالعے کے وقت ہمیں وہ حصہ تلاش کرنا ہوتا ہے جسے ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت ہے، مثلاً موجودہ حدیث میں وہ حصہ **ثقیلتان فی المیزان** (کہ یہ دو کلمے میزانِ عدل میں بھاری ہیں) ہے کہ اس میں اُس حقیقت یا عقیدے کا ثبوت موجود ہے جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر تھا۔

روایتِ حدیث۔ درایتِ حدیث

ماہرینِ علوم حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا دو مختلف زاویوں سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک بلحاظ روایت حدیث اور دوسرے بلحاظ درایت حدیث۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ جزائریؒ اور علامہ ابن الاکفانیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وقال الجزائریؒ قدقَسَموا علم الحدیث الٰی قسمین : قسمٌ یتعلق بروایۃ وقسمٌ یتعلق بدرایۃ ۔ اَمّا علم روایۃ الحدیث فقال ابن اکفانیؒ فی ارشاد القاصد ھو علمٌ بنقل اقوال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم واَفعالہٖ بالسِّماع المتصل وضبطھا وتحریرھا

وَامّا درایة الحدیث فهوعلم" یتعرف منه' انواع الروّایة و احکامها وشروط الرُواة واصناف المرویّات واستخراج معانیها(۳۶)

اور علامہ جزائریؒ نے فرمایا کہ ماہرین علوم حدیث نے حدیث کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: ایک وہ جس کا تعلق روایتِ حدیث سے ہے اور دوسری جس کا تعلق درایتِ حدیث سے ہے۔ علم روایت الحدیث کے متعلق علامہ ابن الاکفانی "فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو سماع متصل سے نقل کرنے اور اُن کے ضبط و تحریر کا علم ہے اور جہاں تک درایتِ حدیث کا تعلق ہے تو وہ ایسا علم ہے جس سے روایت کی مختلف اقسام، ان کے احکام، راویوں سے متعلق شروط، ان کی روایت کردہ احادیث کی اصناف اور اُن کے معانی کا استخراج حاصل ہو۔

تو گویا ہم جب "روایتِ حدیث" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو درج ذیل تین اُمور ہمارے پیش نظر ہوتے ہیں۔

۱۔ کتب احادیث میں سے یہ حدیث کن کن کتابوں یا کس کتاب میں مذکور ہے؟

۲۔ کن مختلف اسانید یا سند سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے؟

۳۔ کن مختلف الفاظ سے روایانِ حدیث نے یا کن الفاظ سے راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے؟

اور جب ہم "درایتِ حدیث" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو درج ذیل تین اُمور ہمارے سامنے ہوتے ہیں:

۱۔ روایت حدیث کے طرق میں سے اس حدیث کا طریق روایت کیا تھا؟ کیا درس حدیث کے وقت اُستاد شاگرد تنہا تھے یا اُستاد کے ساتھ شاگرد متعدد تھے؟ کیا درس حدیث کے وقت اُستاد احادیث پڑھ رہا تھا اور شاگرد سن رہے تھے یا اُن میں سے ایک شاگرد احادیث پڑھتا اور اُستاد و دیگر شاگرد سب سماع کر رہے تھے؟ کیا یہ صورت تھی کہ اُستاد نے شاگرد کو بذریعہ خط ایک حدیث بھیجی اور شاگرد اُستاد کا خط پہنچاتے ہوئے دوسروں کو یہ حدیث پہنچا رہا ہے؟ کیا یہ صورت تھی کہ اُستاد نے اپنا تیار کردہ مجموعہ احادیث شاگرد کو بھیجا اور اُسے روایت کی اجازت دی اور کیا یہ

شکل تھی کہ اُستاد نے خود تو اپنا مجموعہ احادیث شاگرد کو نہ دیا تھا۔ شاگرد نے خود کسی طور وہ حاصل کیا اور اُستاد کا خط پہچانتے اور شناخت کرتے ہوئے وہ اُس حدیث کی روایت کر رہا ہے؟ ان میں ہر صورت کا کیا حکم اور کیا مرتبہ ہے اور کن الفاظ کے ساتھ روایت کا اظہار ہوگا؟

۲۔ راویان حدیث کی کیا صفات ہیں اور قبول و عدم قبول حدیث کے سلسلے میں اُن کی کیا شرائط ہیں اور ان کی روایات کی اس بنا پر کیا اقسام ہیں؟ راویوں کا حافظہ کس درجے کا ہے اور اپنے اُستاد سے اُن کی صحبت کتنی زیادہ یا کتنی کم رہی ہے؟ تقویٰ اور دین پر عمل کے سلسلے میں راوی کی اپنے دور میں کیا شہرت رہی ہے؟ وہ کوئی معروف شخص ہے یا مجہول الحال؟ پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے راوی کا دور کتنا قریب یا کتنا دُور ہے؟

۳۔ حدیث سے کن کن معانی کا استخراج کیا جاسکتا ہے اور کن کن حقائق کی طرف حدیث میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ معانی و مطالب کے اعتبار سے یہ حدیث کسی دوسری حدیث کی معارض و مخالف تو نہیں؟ یہ حدیث کسی مسلمہ اُصول یا محسوسات و مشاہدات سے معارض تو نہیں؟ معمولی کوتاہی پر حدیث میں بہت زیادہ عذاب کی خبر تو نہیں دی گئی؟ حدیث میں بیان کردہ واقعہ تو اتنا اہم اور ایسی نوعیت کا ہے کہ متعدد راویانِ حدیث کے علم میں ہوگا پھر صرف ایک راوی ہی یہ واقعہ کیسے بیان کر رہا ہے؟ حدیث میں بیان کردہ مضمون کسی قرآنی مضمون سے متصادم تو نہیں یا اجماع اُمّت یا حدیث متواتر سے تو نہیں ٹکرا رہا؟ اور ایسے ہی دیگر متعدد ناقدانہ اُمور۔

مختصراً یہ کہ روایت حدیث میں صرف سماع حدیث، ضبط حدیث اور تحریر حدیث سے متعلق اُمور پیش نظر رہتے ہیں جبکہ درایت حدیث میں طرقِ روایت کی پرکھ اور راویانِ حدیث و معانی حدیث کی جانچ اور نقد و نظر سے متعلق اُمور پیش نظر رہتے ہیں۔

درج ذیل تفصیل سے کچھ اندازہ ہوگا کہ محدثین کرامؒ نے اس اہم علمی میدان میں مختلف تاریخی ادوار میں کتنی محنت و عرق ریزی سے کام لیا ہے اور اپنی پوری زندگیاں کیسی اہم تحقیق و تدقیق میں صرف کی ہیں اور کس طرح احادیث نبوی ﷺ کے آبدار موتی ہمارے لئے چنے ہیں۔

جمع و نقدِ احادیث: تاریخی تسلسل

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ (۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء تا ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کی غرض سے منجانب اللہ بھیجے جانے والے مثالی رہبر کامل کے لئے چار معیار اور درج ذیل

چار شرائط بیان فرمائی ہیں:۔

۱۔تاریخیت: کہ اس کامل انسان کے جو سوانح اور حالات پیش کئے جائیں وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہوں اور ان کی حیثیت قصوں اور کہانیوں کی نہ ہو۔

۲۔کاملیت: کہ اُس کامل انسان کے صحیفہ حیات کے تمام حصے ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں۔ کوئی واقعہ پردۂ راز اور ناواقفیت کی تاریکی میں گم نہ ہو۔

۳۔جامعیت: کہ ایک فرد یا مختلف طبقات انسانی کو اپنی ہدایت و روشنی کے لئے جن مثالوں اور نمونوں کی ضرورت ہوتی ہو وہ سب اُس کامل رہبر کی مثالی زندگی کے آئینے میں موجود ہوں۔

۴۔عملیت: کہ وہ کامل انسان جو تعلیم پیش کر رہا ہو خود اُس کا ذاتی عمل اُس کی مثال اور نمونہ ہو اور خود اُس کے عمل نے اُس کی تعلیم کو عملی یا قابل عمل ثابت کیا ہو۔

ان چار معیاروں پر آپ دنیا کی کسی ہستی کو پرکھ کر دیکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا موازنہ کریں تو دنیا کی کوئی ہستی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل تر نہ نظر آئے گی اور بلاشبہ آپ ہی کی ذات گرامی ہر لحاظ سے تاریخ انسانی کی کامل ترین و جامع ترین شخصیت ثابت ہوگی۔

ہمارے پیش نظر اس وقت جمع و نقد احادیث کا تاریخی تسلسل اور تاریخیت کا معیار ہے، چنانچہ حضرت مولانا موصوف ارشاد فرماتے ہیں:

> اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبر کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اُس چیز کی اور اُس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے تھا، جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کے لئے مایۂ حیرت ہے۔ اُن لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور متعلقاتِ زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے راویانِ حدیث و روایت، محدثین اور اربابِ سیر کہتے ہیں، جن میں صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں، جب تمام سرمایۂ روایت، تحریری صورت میں آگیا تو ان راویوں کے نام و نشان تاریخ، زندگی، اخلاق و عادات کو بھی قیدِ تحریر میں لایا گیا، جن کی تعداد ایک

لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعۂ احوال کا نام اسماء الرجال ہے۔ مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو ۱۸۵۴ء اور اُس کے بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی صیغے سے متعلق تھے اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سیکریٹری تھے اور اُن کے عہد میں خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی وائن کریمر کی ایڈیٹر شپ میں ۱۸۵۶ء میں شائع ہوئی اور صحابہ کرامؓ کے حالات میں حافظ ابن حجرؒ کی ''اِصابہ فی احوال الصحابہ'' طبع ہوئی اور جنہوں نے (جیسا کہ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے یورپین شخص ہیں جنہوں نے خاص ابتدائی عربی ماخذوں سے)

"On the origin and progress of writing down historical facts among Musalmans."

''لائف اف محمد ﷺ'' لکھی ہے (۱۸۵۴ء میں لکھی اور الہ آباد سے شائع ہوئی) اور مخالفانہ لکھی ہے وہ بھی ''اصابہ'' کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء تا ۱۸۶۴ء میں لکھتے ہیں:

کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔(۳۷)

حدّثنا۔ اخبرنا۔ انبانا

حدیث کی کتابوں میں سندِ حدیث بیان کرتے وقت حدّثنا، حدّثنی، اَخبرنا، اخبرنی اور اَنبانا وغیرہ کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ شاگرد اپنے اُستاد سے حدیث بیان کرتے وقت ان میں سے کسی ایک لفظ کا انتخاب کرتا ہے۔ ان میں فرق درج ذیل ہے:

۱۔ حدثنا۔ حدثنی: جب درس حدیث کے وقت اُستاد پڑھے اور شاگرد سنے۔ ایسی صورت میں اگر شاگرد متعدد ہیں تو شاگرد بوقت روایت حدیث کہے گا حدثنا اور بوقت سماع حدیث اگر شاگرد تنہا ہے تو شاگرد بوقت روایت کہے گا حدثنی۔

۲۔ اخبرنا۔ اخبرنی: جب درس حدیث کے وقت شاگرد حدیث پڑھے اور اُستاد اور دیگر شاگرد سنیں تو پڑھنے والا شاگرد بوقت روایت کہے گا اخبرنا، اور دیگر سننے والے شاگرد

بوقت روایت کہیں گے انباء نا۔ لیکن اگر شاگرد کے حدیث پڑھتے وقت اُستاد شاگرد تنہا تھے۔ دیگر شاگرد موجود نہ تھے تو بوقت روایت شاگرد کہے گا: اخبرنی۔

۳۔ کاتبنی فلان۔ کتب الی فلان: جب اُستاد نے کوئی حدیث شاگرد کو بذریعہ خط لکھ کر بھیجی اور شاگرد استاد کے خط کو پہنچانتا ہے تو شاگرد بوقت روایت کہے گا کاتبنی فلان (یعنی اُستاد کا نام کہ انہوں نے مجھے یہ حدیث لکھ کر بھیجی) یا کتب الیٰ فلان۔

۴۔ ناوَلنی: اُستاد نے اپنی روایت کردہ احادیث کا کوئی مجموعہ شاگرد کو دیا اور اجازت دی کہ وہ اِن احادیث کو آگے روایت کر سکتا ہے تو اب یہ شاگرد روایت حدیث کے وقت ۔کہے گا "ناولنی فلان" (استاد کا نام)

۵۔ وجدت بخط فلان: خود اُستاد نے تو وہ مجموعہ احادیث شاگرد کو نہ دیا تھا مگر شاگرد نے کسی اور ذریعے سے وہ مجموعہ احادیث حاصل کر لیا اور شاگرد کو اُستاد کے خط پر اعتماد ہے، تو یہ شاگرد اِس مجموعہ احادیث سے روایت کرتے وقت کہے گا وجدت بخط فلان (اُستاد کا نام) اور پھر وہ حدیث روایت کرے گا۔

راویانِ حدیث کی قوتِ حافظہ، اُنکی صحبت شیخ اور انکا تاریخی تناظر

احادیث کے درجات متعین کرنے کے لئے حضراتِ محدثین درج ذیل اُمور کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔

اوّل: حدیث ہم تک جن راویوں کے ذریعے پہنچی ہے اُن راویوں کا حافظہ کس درجے کا تھا اور اُنہیں اپنے شیخ یا اُستاد سے کتنی صحبت حاصل رہی۔ اس سے ماہرین علوم حدیث، سند حدیث و متن حدیث کا معیار متعین کرتے ہیں۔ مثلاً اگر راوی کا حافظہ قوی اور اُسے اپنے شیخ سے زیادہ صحبت حاصل رہی ہو تو وہ درجۂ اوّل کا راوی ہے۔ اگر حافظہ قوی ہو مگر اُسے اپنے شیخ سے زیادہ صحبت حاصل نہ رہی ہو تو یہ درجۂ دوم کا راوی ہے۔ اگر حافظہ کمزور ہو مگر شیخ سے زیادہ صحبت رہی ہو تو وہ درجۂ سوم کا راوی ہے۔ اگر حافظہ و صحبت شیخ دونوں کم ہوں تو وہ درجۂ چہارم کا راوی ہے۔ اور اگر کوئی معروف شخص نہ ہو اور دین میں بھی کمزور ہو تو وہ آخری درجے کا راوی ہے۔

دوم: حدیث ہم تک جن راویوں کے ذریعے پہنچی ہے وہ تاریخی اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے کتنے قریب یا کتنے دُور ہیں اور ان کی دینی عظمت کیسی رہی ہے۔ ماہرین

اس طرح بھی سندِ حدیث و متنِ حدیث کے درجات متعین کرتے ہیں۔ مثلاً صحابہ کرامؓ سب کے سب عدول و ثقہ ہیں۔ راویانِ حدیث میں ان کا پہلا درجہ ہے۔ پھر حضراتِ تابعینؒ ہیں۔ ان میں پانچ درجات ہیں، سب سے پہلے کبار تابعینؒ مثلاً حضرت سعید بن المسیبؒ، پھر درمیانے درجے کے تابعین مثلاً حضرت محمد بن سیرینؒ اور حضرت حسن بصریؒ۔ پھر ان کے بعد والے تابعین مثلاً امام زہریؒ و امام قتادہؒ وغیرہ۔ جن کی بعض روایات صحابہ کرامؓ سے جبکہ اکثر روایات کبار تابعینؒ سے ہیں۔ پھر اُن سے کم درجے کے تابعین جنہوں نے ایک یا دو صحابہؓ سے ملاقات کی مگر اُن سے روایت نہیں کی، مثلاً سلیمان الاعمش۔ پھر وہ حضرات جنہیں محض تابعینؒ کا معاصر ہونے کی بنا پر تابعینؒ کے زمرے میں شمار کر لیا گیا ہے گو انہوں نے کسی صحابیؓ کی زیارت نہیں کی مثلاً حضرت ابن جریج۔ ان کے بعد حضرات تبع تابعینؒ ہیں۔ اور ان میں تین درجات ہیں: امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ جیسے کبارؒ، پھر حضرت سفیان بن عینیہؒ جیسے اوساط، پھر حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام عبدالرزاقؒ جیسے صغار، پھر ان سے روایت کرنے والوں میں کبار مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ، پھر حضرت علی بن المدینیؒ، حضرت امام بخاریؒ جیسے اوساط اور پھر صغار مثلاً حضرت امام ترمذیؒ اور اس طرح تاریخی اعتبار سے راویانِ حدیث کے یہ بارہ درجات ہیں۔

اقسام حدیث

ماہرین علوم حدیث نے مختلف اعتبارات سے حدیث کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی تقسیم:

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیث متواتر: یہ وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے والے ہر طبقے میں اس قدر کثیر ہوں کہ اُن سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل سلیم محال سمجھے (طبقہ = وہ روایانِ حدیث جو ہم زمانہ ہوں اور مخصوص مشائخ سے روایت کرتے ہوں) اور راویوں کی اس قدر کثرت شروع سے آخر تک برابر پائی جائے۔

۲۔ حدیث مشہور: یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں کم سے کم تین ہوں۔

۳۔ حدیث عزیز: یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں کم از کم دو ہوں۔

۴۔ حدیث غریب: یہ وہ حدیث ہے جس کا ایک راوی ہو۔ خواہ ہر طبقے میں ایک یا پھر کسی ایک طبقے میں ایک سے زیادہ ہو، ایسی حدیث کو "فرد" بھی کہتے ہیں اور یہ دو طرح کی ہوتی ہے: فرد مطلق اور فرد نسبی۔ پہلی وہ جس کے تمام راوی یا اکثر راوی تنہا ہوں۔ صحابیؓ سے نقل کرنے والا صرف ایک راوی ہو۔ اور دوسری وہ جس میں صحابیؓ سے روایت کرنے والا نہیں بلکہ بعد کے راوی تنہا ہوں۔ حدیث متواتر کے علاوہ باقی تینوں قسموں کی احادیث کو آحاد (اور ہر ایک کو خبر واحد بھی کہتے ہیں)

دوسری تقسیم:

اپنے منتہی یعنی آخری راوی حدیث کے اعتبار حدیث کی درج ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ حدیث مرفوع: یہ وہ حدیث ہے جس میں سند حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور جس میں آپ کے کسی قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۲۔ حدیث موقوف: یہ وہ حدیث ہے جس میں سندِ حدیث کسی صحابی رسول ﷺ تک پہنچتی ہو اور اُن کے کسی قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۳۔ حدیث مقطوع: یہ وہ حدیث ہے جس میں سند حدیث کسی تابعیؒ تک پہنچتی ہو اور ان کے کسی قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

تیسری تقسیم:

اس اعتبار سے کہ حدیث کا راوی عادل اور کامل الضبط ہے اور اُس کی سند متصل ہے۔ معلل اور شاذ نہیں (عادل = راوی متقی ہے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے)

(کامل الضبط = راوی حدیث کو اچھی طرح یاد رکھتا ہے اور بے تکلف حدیث بیان کرتا ہے)

(معلل = راوی وہم کا شکار ہے اور وہم سے روایت حدیث میں تغیر و تبدل کر دیتا ہے)

(شاذ = راوی اپنے سے زیادہ معتبر راوی کے خلاف روایت کرے)

حدیث کی درج ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ حدیث صحیح لذاتہ: یہ وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل، متقی اور کامل

الضبط احادیث کو اچھی طرح یاد کرنے والے ہوں، اُس کی سند متصل ہو اور وہ معلل اور شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

۲۔ حدیث صحیح لغیرہ: یہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح لذاتہ کی تمام شرائط تو موجود نہ ہوں مگر کثرتِ طرق نے اُس کی کمی کو پورا کر دیا ہو۔

۳۔ حدیث حسن لذاتہ: یہ وہ حدیث ہے جس میں حدیث لذاتہ کی تمام شرائط تو موجود ہوں مگر راوی حدیث کا ضبط ناقص ہو۔

۴۔ حدیث حسن لغیرہ: یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ کی شرائط موجود نہ ہوں، مگر جس کی سندیں متعدد ہوں۔

۵۔ حدیث ضعیف: یہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح و حسن کی شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرطیں موجود نہ ہوں۔

چوتھی تقسیم

سند حدیث میں راویوں کے سقوط و عدم سقوط کے اعتبار سے حدیث کی درج ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ حدیث متصل: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں تمام راوی مذکور ہوں۔

۲۔ حدیث مسند: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

۳۔ حدیث منقطع: یہ وہ حدیث ہے جو متصل نہ ہو بلکہ جس کی سند میں متفرق مقام سے راوی چھوٹ گئے ہوں۔

۴۔ حدیث معلق: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہوں۔

۵۔ حدیث معضل: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو یا پے در پے راوی چھٹے ہوں۔

۶۔ حدیث مرسل: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

۷۔ حدیث مدلس: یہ وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ

الشیخ کا نام چھپالیتا ہو۔

پانچویں تقسیم

راوی حدیث کو جس صیغہ کے ساتھ ادا کر رہا ہے اُس اعتبار سے حدیث کی درج ذیل دو قسمیں ہیں۔ (حدیث ادا کرتے وقت راوی ان الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ ادا کرتا ہے: حدثنا، حدثنی، اخبرنا، اخبرنی، انبانا، انبانی، عن فلان، کتب الی فلان۔ روی فلان وغیرہ)

۱۔ حدیث معنعن: یہ وہ حدیث ہے جو لفظ عن فلان عن فلان کے صیغے سے ادا کی جائے۔

۲۔ حدیث مسلسل: یہ وہ حدیث ہے جس کے ادا کے صیغے یا راویوں کے حالات و صفات ایک جیسے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس حدیث کی روایت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرمائیں کہ اللہ پاک ایسا فرماتے ہیں تو یہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

احادیث جس طرح راویوں کے عادل اور کامل الضبط ہونے اور سندِ حدیث کے متصل ہونے کے باعث ماہرین علوم حدیث کے نزدیک مقبول متصور ہوتی اور قابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں اسی طرح راویوں کے غیر عادل، غیر کامل الضبط ہونے، یا سندِ حدیث میں جگہ جگہ راویوں کے چھوٹ جانے کے باعث وہ مردود متصور ہوتیں، اور ناقابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ فن اسماء الرجال کے ماہرین نے راویان حدیث کے حالات زندگی اُن کے علم و فضل و تقویٰ و حافظہ اور اسی طرح ان کے جھوٹ، جہالت، بدعت، وہم، فسق، کثرتِ غفلت اور حافظے کی غلطی وغیرہ سے متعلق بڑی تحقیق و جستجو کی ہے اور بڑا قیمتی مواد جمع کیا ہے اور اپنی اس تحقیق میں اُنہوں نے کسی راوی سے کوئی رعایت نہیں برتی ہے۔ اُسے وہی مقام دیا ہے جس کا وہ اُن کی تحقیق کے نتیجے میں مستحق تھا۔ اگر وہ راوی اِن محققین کے نزدیک علم، تقویٰ، سچائی وغیرہ میں اعلیٰ مقام پر فائز تھا تو اِن محققین نے اُس راوی کے لئے درج ذیل الفاظِ تعدیل استعمال کئے ہیں۔

ثقۃ، صدوق، جیّد الحدیث، حسن الحدیث، صویلح، ثبت، حُجّۃ، صالح الحدیث وغیرہ اور اگر وہ راوی حافظہ کا کمزور، جھوٹا، گناہ کبیرہ کا مرتکب یا وہمی وغیرہ تھا تو اِن محققین نے پوری دیانت وایمانداری سے کام لیتے ہوئے اُسکے لئے درج ذیل الفاظِ جرح استعمال کئے ہیں:

دجّال کذّاب، متروك، ليس بالقوى، سيئ الحفظ، فيه مقال، ليس بحُجّة، وَضّاع يضع الحديث، متهم بالكذب، ساقط، هالك وغيره۔

ان محققین میں امام ابن جوزیؒ، امام دار قطنیؒ، شیخ ابن تیمیہؒ، خطیب بغدادیؒ، یحییٰ قطانؒ، امام نسائیؒ، ابن حبان، ابو حاتمؒ، ابن معینؒ، ابن قطان وغیرہ۔ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے راویان حدیث کے متعلق دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی واضح طور الگ الگ کر کے احادیث کے اور راویان حدیث کے درجات متعین کر دیئے ہیں۔ چنانچہ مقبول اور قابل اعتبار احادیث کی انواع و اقسام جس طرح واضح اور غیر مبہم ہیں اُسی طرح مردود اور ناقابل اعتبار احادیث کی درج ذیل اقسام بھی انتہائی واضح وغیر مبہم ہیں۔

۱۔ موضوع: من گھڑت حدیث جس کی سند میں ایسا شخص موجود ہو جو بنا بنا کر حدیث سناتا ہو۔

۲۔ متروک: جھوٹے شخص کی بیان کردہ حدیث۔

۳۔ منکر: اُس راوی کی حدیث جو بکثرت غلطیاں کرتا ہو۔

۴۔ ضعیف: کم فہم اور حافظے کے کمزور راوی کی بیان کردہ حدیث۔

۵۔ مقلوب: جس حدیث کی سند میں راوی آگے پیچھے ہوگئے ہوں یا الفاظ حدیث مقدم موخر ہوگئے ہوں۔

۶۔ مختلط: وہ حدیث جس کا راوی بھول اور غلطی کا مریض ہو گیا ہو۔

۷۔ مبہم: وہ حدیث جس کے راوی کا نام نہ بیان کیا گیا ہو۔

۸۔ مدرّج: وہ حدیث جس کی سند میں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو یا جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا یا راوی کا اپنا قول ملا دیا گیا ہو۔

۹۔ مصحف: راویوں کے ناموں میں خطی صورت یکساں ہونے کے باعث صرف نقطوں کے فرق کے باعث تغیر کر دیا گیا ہو مثلاً شریح کو سریج کر دیا گیا ہو، جس سے تلفظ میں غلطی ہو جائے۔

۱۰۔ مستور: ایک راوی کا کچھ زمانہ صحیح حافظے کا ہو اور کچھ زمانہ خراب حافظے کا اور اس حدیث کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ اُس کے کس زمانے کی حدیث ہے۔

۱۱۔ مضطرب: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف ہو جس میں ترجیح یا تطبیق ممکن نہ ہو۔

۱۲۔ معلل: وہ حدیث جس میں ایسی خفی علت ہو کہ ماہر حدیث اُسے صحت کے لئے نقصان دہ تصور کرے۔

اقسام کتبِ احادیث

مضامین حدیث اور طریق ترتیب روایات وغیرہ کے اعتبار سے حدیث کی کتابیں درج ذیل اقسام پر منقسم ہیں۔

ا۔ جامع: حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر قسم کے مسائل کی احادیث درج ہوں مثلا تفسیر، عقائد، سیرت نبوی ﷺ، آداب معاشرت وغیرہ جامع کہلاتی ہے، مثلاً جامع بخاری، جامع ترمذی وغیرہ، جو آٹھ قسم کے مضامین ایک جامع میں تفصیل سے بیان ہوتے ہیں اور اُن سے متعلق احادیث درج ہوتی ہیں، اُنہیں ایک بزرگ نے اس شعر میں بیان کر دیا ہے ۔

سیر و آداب و تفسیر و عقائد
فتن اشراط و احکام و مناقب

(الف)۔ سیر: سیرت کی جمع، یعنی پہلی چیز جو "جامع" میں بیان ہوتی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے متعلق واقعات واحادیث ہیں۔ (ب) آداب: اَدب کی جمع۔ یعنی دوسری چیز جو "جامع" میں بیان ہوتی ہے وہ آدابِ معاشرت سے متعلق احادیث ہیں، مثلاً ملنے جلنے کے آداب، کھانے پینے کے آداب، سونے کے آداب وغیرہ۔ (پ) تفسیر: یعنی تیسری چیز وہ احادیث ہیں جو قرآنی آیات کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں۔ (ت) عقائد: یعنی چوتھی چیز عقائد سے متعلق احادیث ہیں۔ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ حشر و نشر وغیرہ۔ (ث) "فتن" فتنے کی جمع ہے یعنی پانچویں چیز مستقبل میں پیش آنے والے وہ واقعات ہیں، جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی۔ ایک "جامع" میں اُس سے متعلق احادیث بھی ہوتی ہیں۔ (ج) اشراط لفظ شرط ("ش" اور "ر" دونوں پر زبر) کی جمع ہے، بمعنی علامت یہاں مراد علاماتِ قیامت ہیں۔ یعنی ایک جامع میں بیان کی جانے والی چھٹی چیز علاماتِ قیامت سے متعلق احادیث ہیں۔ (د) احکام جمع حکم مراد شرعی و فقہی احکام یعنی ایک جامع میں ساتویں بیان ہونے والی چیز فقہی احکام (مثلاً وضو، تیمم، غسل، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، وقف، رہن وغیرہ) سے متعلق احادیث۔ (ر) مناقب جمع منقبت بمعنی

تعریف یعنی ایک جامع میں بیان کی جانے والی آٹھویں چیز صحابہ کرامؓ، صحابیاتؓ، خلفاء راشدینؓ، اہل بیتؓ اور بعض طبقات و قبائل کے فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث۔

۲۔ سنن: حدیث کی وہ کتاب جس میں ترتیب احادیث فقہی ابواب کے مطابق ہوتی ہے مثلاً پہلے طہارت، وضو، غسل، تیمم، موزوں پر مسح، حیض، نفاس و استحاضہ وغیرہ کا بیان۔ پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کا بیان، پھر نکاح، طلاق، عدت، خلع، لعان وغیرہ سے متعلق احادیث، پھر ہبہ، قسم، نذر و منت، مزارعت، شکار و ذبیحہ وغیرہ سے متعلق احادیث۔ صحاح ستہ میں ابوداؤد۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ "سنن اربعہ" کہلاتی ہیں، یعنی صحاح ستہ میں چار حدیث شریف کی ایسی کتابیں جن میں فقہی ابواب کے مطابق احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۳۔ مسند: حدیث کی وہ کتاب جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب سے احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً پہلے وہ تمام احادیث جو حضرت ابوہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں پھر وہ تمام احادیث جو مثلاً حضرت ابن عباسؓ یا حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے روایت کیں خواہ وہ کسی بھی مسئلے، عقیدے یا منقبت وغیرہ سے متعلق ہوں۔ اور صحابہؓ کی ترتیب میں بعض مسانید میں کسی خاص صحابی کی دوسروں پر فضیلت کو معیار قرار دیا گیا کہ افضل صحابی کی احادیث کو مقدم رکھا گیا اور دیگر کو موخر اور بعض جگہ صحابہ کرامؓ کے ناموں کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا۔ بعض جگہ اسلام پہلے قبول کرنے کے اعتبار سے ترتیب رکھی گئی کہ سابقین فی الاسلام کی احادیث پہلے اور متاخرین کی بعد میں بیان کی گئی اور کہیں مہاجرین صحابہ اور انصار صحابہ کی ترتیب پیش نظر رہی، مسند کی مثالیں: مسند امام احمدؒ، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند ابو یعلی وغیرہ۔

۴۔ معجم: حدیث کی وہ کتاب جو شیوخ کی یا صحابہ کرامؓ کی ترتیب کے اعتبار سے ہو کہ پہلے ایک خاص شیخ کی روایت کردہ احادیث بیان ہوں، پھر دوسرے استاد اور پھر تیسرے اُستاد کی اور اسی طرح تمام شیوخ یا تمام صحابہ کرامؓ کی مثلاً امام طبرانیؒ کی المعجم الاوسط جس میں شیوخ کی ترتیب سے احادیث کا بیان ہے یا امام طبرانیؒ ہی کی المعجم الصغیر کہ اپنے تمام شیوخ میں سے ہر ایک کی ایک ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔

۵۔ مستدرک: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں کسی دوسری حدیث کی کتاب کی شرائط کے مطابق اُس کی چھٹی ہوئی احادیث کو جمع کر دیا گیا ہو، مثلاً امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی راویان حدیث کے بارے میں کچھ شرائط ہیں اور یہ دونوں محدثین صرف اُنہی راویوں کی بیان کردہ

احادیث کو اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں جو ان شرائط پر پورے اتریں۔ بعد کے محدثینؒ نے ایسی روایات کا پتا لگایا جو اگرچہ اِن دونوں محدثین کی شرائط پر پوری اُترتی تھیں مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہیں تھیں۔ اُنہوں نے ایک نئی کتاب حدیث ترتیب دی اور اُس میں ان روایات کو جمع کر دیا، مثلاً امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ کی ''المستدرك علی الصحیحین'' اور امام دار قطنیؒ کی ''کتاب الالزامات''۔

۶۔ مستخرج: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں کسی دوسری حدیث کی کتاب کی احادیث کو پہلی حدیث کی کتاب کی سند کے علاوہ نئی سند یا نئی اسناد کے ساتھ بیان کیا جائے جیسے مستخرج ابو عوانہ یا مستخرج ابی نعیم علی صحیح مسلم۔

۷۔ تجرید: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں حدیث کی کسی دوسری کتاب کی سندِ حدیث کو بھی حذف کر دیا جائے اور اُن کی مکرّر احادیث کو بھی اور گویا اُس پہلی کتاب حدیث کا بغیر سند و بغیر مکرّرات نچوڑ جمع کر دیا جائے۔ مثلاً علامہ زبیدیؒ کی تجرید البخاری یا مثلاً امام قرطبیؒ کی تجرید المسلم۔

۸۔ جز: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں صرف ایک مسئلے سے متعلق احادیث جمع کر دی جائیں، مثلاً امام بخاریؒ کی ''جزء القراۃ'' و ''جزء رفع الیدین'' یا مثلاً امام بیہقیؒ کی ''جزء القراۃ''

۹۔ مفرد و غریب: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں ایک شخص کی کل مردیات جمع کر دی جائیں یا کسی شیخ سے ایک محدث کی متفردات جس میں مذکور ہوں، مثلاً امام دار قطنی کی کتاب الافراد۔

۱۰۔ جمع: دو یا متعدد کتب احادیث کی مکرّر حدیثوں کو حذف کر کے اُن کتابوں کی صرف غیر مکرّر روایات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے تو وہ کتاب ''الجمع'' کہلاتی ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم کی غیر مکرر روایات کا امام حمیدیؒ کا مجموعۂ احادیث ''المجمع بین الصحیحین'' یا مثلاً صحاح ستہ کی غیر مکرّر احادیث کا حافظ رزین کا مجموعہ تجرید الصحاح الستۃ اور حافظ ابن اثر جزریؒ کا مجموعہ ''جامع الاصول'' یا مثلاً علامہ محمد بن محمد بن سلیمانؒ کا چودہ کتب احادیث کی غیر مکرر روایات کا مجموعہ ''جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد'' اس سلسلے کا سب سے زیادہ قیمتی کام علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ''جمع الجوامع'' اور علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین برہانپوریؒ (۸۸۵ تا ۹۷۵ھ / ۱۴۸۰ء تا ۱۵۶۷ء) کی ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' (۱۶

جلدیں مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) جو ۶۶۲۴/ احادیث کا خوبصورت مجموعہ ہے۔

۱۱۔ اربعین: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں ایک اہم موضوع یا مختلف اہم موضوعات سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث جمع کر دی گئی ہوں مثلاً امام نوویؒ کی "اربعین"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے:

> مَن حفظ علیٰ اُمّتی اربعین حدیثاًفی اَمردینھا بعثه اللّٰه فقیھا وکنت له' یوم القیمة شافعاً و شھیداً (۳۸)
>
> جو شخص میری اُمت کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دینی کام کی چالیس حدیثیں یاد کرے (دوسروں تک پہنچائے)۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت میں فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا) کر کے اُٹھائے گا اور میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کرنے والا اور گواہ بنوں گا۔

چنانچہ متعدد محدثین نے یہ بشارت حاصل کرنے کے لئے "اربعین" لکھیں جن میں امام نوویؒ (۶۳۱ تا ۶۷۶ھ) کی مذکورہ "اربعین" کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری نے ۲۳۸ صفحات پر مشتمل اس کی خوبصورت شرح لکھی جو ۱۹۷۶ء میں کراچی سے طبع ہوئی۔ اربعین نووی کی سب سے خوبصورت شرح غالبًا ملا علی قاری حنفیؒ (م ۱۰۴۴ھ) کی ہے اگرچہ علامہ مصلح الدین لاریؒ (م ۹۷۹ھ) کی شرح اور شیخ ولی الدین کی الجواہر البھیہ بھی اہل علم میں بہت مقبول ہوئیں۔ امام نوویؒ سے پہلے اور بعد میں بھی متعدد اربعین لکھی گئیں، مثلاً حافظ ابو طاہر سلفیؒ کی "الاربعون البلدانیه" (۴۰ مختلف شہروں کے ۴۰ محدثین کرامؒ کی بیان کردہ احادیث کا مجموعہ) علامہ ابن عساکرؒ کی "الاربعون الطوال"، امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، امام ابو عبداللہ حاکمؒ صاحب مستدرک (م ۴۰۵ھ)، حافظ ابو نعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ)، حافظ ابو بکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی اربعینات۔

۱۲۔ موضوعات: حدیث کی وہ کتاب جس میں موضوع کمزور اور ناقابل اعتبار احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ملا علی قاریؒ کی "الموضوعات الکبیر"، قاضی شوکانیؒ کی "الفوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعه"، علامہ طاہر پٹنیؒ، کی "تذکرۃ الموضوعات" امام جوزقانیؒ کی "الاباطیل"، علامہ ابن الجوزیؒ کی "الموضوعات الکبریٰ"، علامہ سیوطیؒ کی "النکت البدیعات علی الموضوعات" اور اُس

کی ''تلخیص الالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ'' اور علامہ ابن عراقؒ کی خوبصورت کتاب ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعہ الموضوعۃ''

۱۳۔اذکار: حدیث کی وہ کتاب جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دعاؤں کو جمع کر دیا گیا ہو، مثلاً علامہ ابن جزریؒ کی ''الحصن الحصین من کلام سید المرسلین'' یا امام نوویؒ کی ''کتاب الاذکار''۔

۱۴۔ترغیب وترہیب: حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف ایسی احادیث کو جمع کر دیا جائے کہ اُن کے پڑھنے سے نیک اعمال کے لئے دل میں رغبت پیدا ہو اور برے اعمال اختیار کرنے سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو مثلاً مشہور محدث حافظ منذریؒ کی ''الترغیب والترہیب''۔

۱۵۔شروح الاحادیث: کتب احادیث کی شرح جس میں احادیث کے مطالب کی شرح کی گئی ہو مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری شرح بخاری یا امام نوویؒ کی شرح مسلم۔

۱۶۔ثلاثیات: یہ حدیث کی ایسی کتاب ہے جس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہوں کہ جامع حدیث (محدث) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں یعنی سند حدیث اتنی مختصر ہو کہ صرف تین واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہو، مثلاً ثلاثیاتِ بخاریؒ یا ثلاثیات دارمیؒ۔

۱۷۔تراجم: یہ حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں ایک باب کے تحت وہ تمام حدیثیں جمع کر دی جائیں جو ایک سند کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ یا مارویٰ مالک عن نافع عن ابن عمرؓ۔

۱۸۔مشکل الحدیث: حدیث کی وہ کتاب جس میں متعارض احادیث کی تطبیق کی تعیین ہو مثلاً امام طحاویؒ کی مشکل الآثار۔

درجاتِ کتب احادیث

احادیث کی صحت اور اُن کی قبولیت عامہ کے اعتبار سے کتبِ احادیث کے درج ذیل درجات ہیں۔

۱۔ پہلے درجے پر وہ کتب احادیث ہیں جن کے مصنفین کی خصوصی توجہ اس پر رہی ہے کہ اُن کی کتابوں میں صرف صحیح احادیث کی شہ اطِ پر اترنے والی احادیث ہی درج ہوں، مثلاً

صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالکؒ، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن سکن، مختارہ ضیاء مقدسی، منتقی ابن جارود، منتقیٰ قاسم بن اصبغ۔

۲۔ دوسرے درجے پر وہ کتب احادیث ہیں جن کے مصنفین کی خصوصی توجہ اس پر رہی ہے کہ اُن کی کتابوں میں کوئی حدیث درجہ حسن سے کم نہ ہو اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو وہ بھی حسن کے قریب ہو اور جملہ احادیث قابل احتجاج ہوں۔ مثلاً سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد۔

۳۔ تیسرے درجے پر وہ کتب احادیث ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف، منکر و موضوع سب طرح کی احادیث درج ہیں۔ مثلاً سنن ابن ماجہ، مسند طیالسی، مسند عبدالرزاق، مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند ابویعلی، مسند بزار، سنن کبریٰ بیہقی، سنن دار قطنی، مسند حمیدی، شعب الایمان بیہقی، حلیہ ابی نعیم، معجم کبیر و اوسط و صغیر طبرانی وغیرہ۔

۴۔ چوتھے درجے پر وہ کتب احادیث ہیں جن کی اکثر احادیث ضعیف ہیں۔ مثلاً نوادر الاصول، حکیم ترمذی، مسند الفردوس دیلمی، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ ابن عساکر، کامل ابن عدی، تاریخ الخلفاء، تاریخ ابن نجار، کتاب الضعفاء عقیلی۔

۵۔ پانچویں درجے پر وہ کتب احادیث ہیں جو موضوعات کے تذکرے میں لکھی گئی ہیں مثلاً موضوعات کبریٰ ابن جوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانی، موضوعات صنعانی۔ اللآلی المصنوعۃ سیوطی۔

بعض اصطلاحات محدثین

درج ذیل بعض اصطلاحات محدثین کے یہاں کثرت سے مستعمل ہیں۔

ا۔ صحاح ستہ: یعنی صحیح احادیث کی چھ معروف کتابیں جن کے مراتب اس طرح ہیں۔ اول صحیح بخاری، دوم صحیح مسلم، سوم سنن ابوداؤد، چہارم سنن نسائی، پنجم سنن ترمذی اور ششم سنن ابن ماجہ۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نے سنن نسائی کو تیسرا درجہ دیا ہے اور سنن ابوداؤد کو چوتھا۔

ان کتابوں کو تغلیباً صحاح کہا جاتا ہے کیونکہ صحیح تو بخاری و مسلم ہی ہیں۔ باقی چار حدیث کی کتابیں جنھیں سنن اربعہ کہا جاتا ہے اُن میں بعض احادیث صحیح سے کم درجے کی ہیں، بلکہ سنن

ابن ماجہ میں تو تقریباً ۲۲۔ احادیث موضوع ہیں اور تقریباً ایک ہزار ضعیف۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، کا رجحان اس طرف ہے کہ بجائے سنن ابن ماجہ کے سنن دارمی کو صحاح ستہ میں داخل سمجھنا چاہئے حضرت مولانا کشمیری کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ جبکہ علامہ ابن اثیرؒ نے جامع الاصول میں موطا امام مالکؒ کو صحاح میں داخل کیا ہے۔ ان صحاح ستہ کے علاوہ بھی بعض کتب حدیث صحاح ہیں، مثلاً صحیح ابن حبان، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

۲۔ سنن اربعہ: اس سے مراد ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ ہیں۔

۳۔ صحیحین: اس سے مراد صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں۔

۴۔ شیخین: اس سے مراد علم حدیث کی دو بزرگ ہستیاں، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ہیں جیسے فقہ حنفی کی اصطلاح میں شیخین سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف ہیں۔

۵۔ متفق علیہ: وہ حدیث جس کی صحت پر امام بخاریؒ اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو اور ایسی کل احادیث ۲۳۲۶ ہیں۔

۶۔ محدث: شیخ ابوالفتح ابن سید الناسؒ کے خیال میں محدث علم حدیث سے شغف رکھنے والی وہ ہستی ہے جسے روایت حدیث و درایت حدیث کا گہرا علم ہو اور اکثر راویان حدیث کے متعلق جانتا ہو۔

۷۔ حافظ حدیث: ملا علی قاری شرح نخبۃ میں فرماتے ہیں۔

انّ الحافظ ھو من احاط علمہ، بمائۃ الف حدیث ۔ (۳۹)

حافظ حدیث وہ ہے جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔

امام ابوزرعہؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام دارمیؒ دنیا کے چار مشہور حفاظ حدیث ہیں۔ جب حافظ مشرق کہا جائے تو اس سے مراد خطیب بغدادیؒ ہوتے ہیں اور جب حافظ مغرب کا لفظ بولا جائے تو اُس سے مراد حافظ عبدالبرؒ ہوتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک مشرق سے مراد عراق اور مغرب سے مراد اندلس ہے۔

۸۔ حجۃ حدیث: حجۃ حدیث وہ ہے جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں۔

۹۔ حاکم حدیث: **ثم الحاکم وھوالذی احاط علمہ' بجمیع الاحادیث المرویۃ متناً واِسناداً وجَرحاً وَ تعدیلاً و تاریخاً۔(۳۹)**

پھر حاکم حدیث کا درجہ ہے اور وہ علم حدیث کا وہ ماہر ہے جسے تمام روایت کردہ احادیث یاد ہوں۔ احادیث کی متن بھی، اُن کی سندیں بھی، تمام غیر معتبر راوی بھی اور معتبر راوی بھی اور تاریخ حدیث بھی۔

تدوین حدیث

اس سلسلہ میں درج ذیل چند باتیں پیش نظر رہنا ضروری ہیں۔

۱۔ تبلیغ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ایک اہم فریضہ تھا اور آپ ﷺ کو دین من حیث المجموع خلق خدا تک پہنچانا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ (۴۰)

اے رسول (ﷺ) جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

یعنی یہ تبلیغ مجموعۂ دین کی کرنی ہے۔ اگر ایک شرعی حکم بھی تبلیغ سے رہ گیا تو گویا فریضہ تبلیغ پوری طرح ادا نہ ہوا۔

۲۔ یہ تبلیغ یا دین کو خلق خدا تک پہنچانا جس طرح منصب نبوت کا تقاضا تھا اور آپ ﷺ پر فرض تھا اسی طرح آپ ﷺ کی اُمت پر بھی فرض تھا۔ (گو کہ فرض کفایہ کے درجے میں ہو) چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

بَلغوا عنیّ ولو آیۃ۔ (۴۱)

میری طرف سے پہنچاؤ، اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

اس لئے کہ بعض مرتبہ ایک مختصر سی حدیث میں بھی خلق خدا کے لئے ایک انتہائی اہم دینی پیغام ہوتا ہے۔ مثلاً درج ذیل مختصر احادیث:

(i) **الدّعاءُ مخّ العبادۃ۔ (۴۲)**

دعا عبادت کا مغز ہے اور گویا اس کی روح ہے۔

(ii) **الدین النصیحۃ۔ (۴۳)**

دین خیر خواہی کا نام ہے گویا اس میں کسی کے لئے کوئی مضرت نہیں۔

(iii) الاقتصاد فی النفقه نصف المعیشه۔ (۴۴)

احتیاط سے خرچ کرنا نصف معیشت ہے۔ گویا زندگی گزارنے کا سنہری اصول۔

(iv) الطهور شطر الایمان۔ (۴۵)

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ پاکیزہ رہنا گویا ایک مومن کی پہچان ہے۔

(v) المومن مالفٌ ولاخیر فیمن لا یالف ولا یولف (۴۶)

ایک مومن سب کا محبوب ہے۔ جو کسی سے محبت نہ کرے نہ اُس سے کوئی محبت کرے بھلا اُس میں خیر کہاں۔

۳۔ تبلیغ دین کے اس اہم فریضے کی ادائیگی میں صحیح نیت ازبس ضروری ہوگی۔ ورنہ خدانخواستہ اگر نیت حصولِ متاعِ دنیا کی ہوگئی تو گویا ساری محنت اکارت گئی اور جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لم یجد عرف الجنة یوم القیمة یعنی ریحها۔ (۴۷)

تو قیامت کے دن اُسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔

یا مثلاً اگر نیت میں کجی آگئی اور مقصد یہ ہوگیا کہ علم دین کے ذریعے علما کے سامنے قابلیت بگھارے یا احمقوں سے جھگڑے یا اُس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اور لیڈری کا شوق پورا کرے تو جہنم کا مستحق ہوگا، چنانچہ ان تین مذکورہ نیت کی خرابی رکھنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

ادخلهٗ اللّٰه النار۔ (۴۸)

کہ اللہ پاک اُسے جہنم میں داخل کرے گا۔

۴۔ اور احادیث رسول ﷺ دوسروں تک پہنچانے میں احتیاط بھی ضروری ہوگی کہ تبلیغ کے جوش میں غلط بات کہیں دوسروں تک نہ پہنچادے اور اس غلط بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ کردے ورنہ بجائے ثواب الٹا عذاب ہوگا، اور دوزخ ٹھکانہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

مَن کذب علّی متعمداً فلیتبوّأ مقعدهٗ مِن النّار۔ (۴۹)

جو شخص قصداً میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے اُسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈے۔

۵۔ پھر ایسا بھی نہ کرے کہ مذکورہ احتیاط اور عذاب جہنم کے خوف سے تبلیغ ہی چھوڑ دے اور جاننے کے باوجود دین کی بات دوسرے کو نہ بتائے۔ یہ کتمانِ علم ہے اور شرعاً جرم ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

مَنْ سئل عن علم علمه، ثم کتمه، الجم یوم القیمة بلجام من نار (۵۰)

جس شخص سے کوئی دینی بات پوچھی گئی جو اُسے معلوم تھی مگر اُس نے چھپایا تو قیامت کے دن اُس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

۶۔ اور یہ احادیث جبھی تو خلق خدا تک پہنچا سکے گا جب پہلے وہ خود اُنہیں اچھی طرح یاد کرے۔ اور سمجھے۔ اُن سے ایک قلبی تعلق پیدا کرے اور انہیں حرز جان بنائے، تو اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مستحق ٹھرے گا۔

نضّر اللّٰہ عبداً سَمعَ مقالتی فحفظها و وعا ها واَدّاها۔ (۵۱)

اللہ تعالیٰ اُس بندے کو تر و تازہ رکھے (اُس کی قدر و منزلت بڑھائے اور اُسے دین و دنیا کی مسرتیں عطا کرے) جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اُسے ذہن میں محفوظ کر لیا اور اُس کو جیسا سنا ہو بہو اسی طرح لوگوں تک پہنچادیا۔

۷۔ پھر ان احادیث کو صرف یاد کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ہی نہیں ہے اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالنا بھی ہے ورنہ یہ خدا کی ناراضگی کا سبب ہوگا کہ ایسی بات کہے جو خود نہ کرے۔ قرآنی ارشاد ہے۔

کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ (۵۲)

خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

۸۔ اور ان احادیث کو خوب اچھی طرح یاد کر لینے اور اُن کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے ساتھ اگر اُن احادیث کو قید تحریر میں بھی لے آئے تو کیا ہی اچھا ہے کہ آئندہ نسلوں

کے لئے ایک قیمتی تحریری مواد فراہم ہو جائے، اور اس تحریری مواد کے ذریعے اس سے مزید مفید علوم کا استخراج بھی آسان ہو جائے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیّدوا العلم قلت و ما تقییدہ' قال کتابتہ'۔ (۵۳)

علم کو قید کرلو۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے پوچھا علم کو قید کر لینے کے کیا معنی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اُسے لکھ لینا۔

مندرجہ بالا ہدایات ربانی، ارشادات نبوی ﷺ واحکام شرعی کا محدثین کرامؒ نے تدوین حدیث کے ہر دور میں پورا پورا خیال رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جبکہ اس تدوین کے ابتدائی مراحل طے کئے جارہے تھے۔ اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے آخر میں بھی، جبکہ یہ کام اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا۔ اُنہوں نے یہ کام اہم دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیا۔ پوری للّٰھیت و اخلاص کا مظاہرہ فرمایا۔ پوری احتیاط کے ساتھ احادیث جمع کیں اور راویانِ احادیث کے حافظے و کردار سے متعلق معلومات جمع کرنے اور اُن معلومات کی بنیاد پر درجات حدیث متعین کرنے میں کسی تساہل یا رورعایت سے کام نہ لیا۔ کبھی حدیث سے متعلق کوئی بات نہ چھپائی۔ اپنی مقدس زندگیوں میں تقویٰ کا اعلیٰ معیار قائم رکھا۔ احادیث کی جستجو و تلاش میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اپنے مثالی حافظے سے حدیث کی خوب خوب خدمت کا کام لیا، اور آنے والی نسلوں کے لئے قیمتی تحریری سرمایہ چھوڑ گئے۔

تدوین حدیث قرونِ ثلاثہ میں

اُمتِ محمدیہ ﷺ کے تین بہترین ادوار جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر القرون" (امت کے ہر زمانہ سے بہتر زمانے) قرار دیا اور اُس کے متعلق فرمایا:

خیر اُمتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ (۵۴)

میری اُمت کے بہترین لوگ میرے قرون کے لوگ (یعنی صحابہؓ) ہیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں (یعنی تابعینؒ) اور پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعینؒ)

حدیث میں جو لفظ "قرن" استعمال ہوا ہے اہل لغت کی اُس کے بارے میں یہ تحقیق

ہے:۔

القرن جمع قرون ۔ اهل زمان واحد ۔ قيل هو ماخوذ من الاقتران فكانه المقدار الذى يقترن فيه اهل ذلك الزمان فى اعمارهم و احوالهم ۔ يُقال هو علىٰ قرنى اَى علىٰ سنى وعمرىِ مائة سنةٍ(۵۵)

قرن جس کی جمع قرون ہے، ہم زمانہ لوگوں کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے وہ لفظ اقتران سے ماخوذ ہے (بمعنی متصل ہونا۔ ملنا) گویا وہ مقدار جس میں اس زمانے والے باہم اپنی عمروں اور حالات میں ملتے جلتے ہوں۔ عربی محاورے میں کہا جاتا ہے "هو علىٰ قرنى" وہ میرا ہم سن وہم عمر ہے۔ (اس سے مراد) سو سال یا نسل بعد نسل یا ایک مقرر زمانہ ہوتا ہے۔

چونکہ لفظ "قرن" ایک صدی کے لئے بھی بولا جاتا ہے تو اگرچہ حدیث میں تین بہترین قرون سے مراد تاریخ اسلام کی تین ابتدائی صدیاں بھی ہو سکتی ہیں مگر محدثین وشارحین کا رجحان اس طرف ہے کہ خیر القرون کو اس طرح سمجھا جائے کہ:

۱۔ قرن اول: از ابتدائے زمانہ بعثت تا ۱۱۰ھ (وفات آخری صحابی رسول ﷺ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ ۱۱۰ھ)

۲۔ قرن ثانی: از ۱۱۱ھ تا ۱۷۰ھ

۳۔ قرن ثالث: از ۱۷۱ھ تا ۲۲۰ھ (تا ۲۶۰ھ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

اور یہ تین زمانے اس لئے بہترین زمانے ہوں گے کہ ان میں اسلام اپنے پورے نکھار پر ہوگا۔ اسلامی شریعت کی بنیادیں خوب مستحکم ہو جائیں گی کہ آنے والے فتنوں کا بطریق احسن مقابلہ کر سکیں گی اور آئندہ آنے والے مسلمان ان تین ادوار کو بطور مثال پیش کریں گے۔ پھر قرن اوّل کے دو حصے ہیں:

۱۔ حصہ اول: ۲۳ سالہ دور نبوت (از ابتدا بعثت تا وفات نبوی ﷺ)

۲۔ حصہ دوم: ۹۹ سالہ دورِ صحابہؓ،

اسلامی فقہ کے چار مآخذ قرآن مجید، سنت رسول ﷺ (احادیث) اجماع وقیاس مجتہدین

میں سے ہم تدوین قرآن مجید کے متعلق السیرۃ (شمارہ ۵ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۶) میں تفصیل سے دیکھ چکے ہیں کہ قرآن مجید کی تدوین کا کام قرن اوّل کی مبارک ساعتوں میں کس محنت و جانفشانی اور کس خوبصورتی سے تکمیل کو پہنچا۔ اب ہمیں دوسرے، اہم شرعی ماخذ یعنی سنت رسول ﷺ (احادیث) کے متعلق دیکھنا ہے کہ تدوین حدیث کی نوعیت اس مبارک دور اور اس کے بعد کے ادوار میں کیا تھی۔ محدثین کرامؒ اور علم حدیث سے شغف رکھنے والے بزرگوں نے اس کی تدوین کے کیا کیا طریقے اختیار کئے اور اس سلسلے میں کیا کیا محنتیں کیں۔ ان کی تدوین کے کیا اصول تھے اور کیا شرائط تھیں۔ یہ کام کب اور کیسے شروع ہوا اور کب تکمیل کو پہنچا۔

تدوین حدیث کا یہ عظیم الشان کام در حقیقت مختلف ادوار میں مختلف طرح انجام پایا۔ اس کے چند نمایاں مراحل درج ذیل تھے۔

۱۔ حدیثوں کا زبانی یاد کرنا، اور اپنی زندگی اُس کے مطابق ڈھالنا،

۲۔ زبانی یاد کرنا اگر بوجوہ مشکل ہو تو انفرادی طور پر یادداشت کے لئے صحابہؓ کا ایک حدیث یا چند احادیث لکھ لینا۔

۳۔ بعض صحابہؓ کا بطور صحیفہ مجموعہ احادیث کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا۔

۴۔ احادیث کی کتابی شکل میں تدوین گو بغیر ابواب قائم کئے اور بغیر ترتیب مضامین ہو۔

۵۔ فقہی ابواب کے طرز پر احادیث کی تدوین تاکہ فقہی مسائل سے متعلق احادیث کو آسانی سے ڈھونڈا جا سکے۔

۶۔ صحابہ کرامؓ کی ترتیب (باعتبار فضیلت یا باعتبار حروف تہجی یا باعتبار پہلے اسلام قبول کرنے وغیرہ) کے مطابق تدوین کہ ایک صحابی کی روایت کردہ احادیث یکجا پھر دوسرے صحابی کی یکجا مذکور ہوں۔

۷۔ مشائخ کرامؒ کی ترتیب کے مطابق تدوین کہ پہلے ایک استاد کی روایات پھر دوسرے اور پھر تیسرے اُستاد کی۔

دور نبوی ﷺ و دور صحابہؓ: پہلی صدی ہجری

ابتداءً چونکہ قرآن کریم کی تدوین ہو رہی تھی اور عام صحابہؓ میں کلام الٰہی اور کلام نبوی ﷺ میں فرق و امتیاز کی بصیرت ابھی نہ پیدا ہوئی تھی تو آپ نے احادیث و قرآنی الفاظ کے التباس

(باہم گڈمڈ ہو جانے اور باہم مل جانے) کے خوف سے صحابہؓ کو احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا۔ آپ کا ارشاد تھا۔

لا تکتبوا عنّی غیر القران و من کتب عنی غیر القران فلیمحه(۵۶)

تم مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو۔ اور جس نے ایسا کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹادے۔

لیکن یہ ممانعت وقتی اور عارضی تھی اور خصوصاً اُن افراد کے لئے تھی جن کے ایک ہی صحیفے میں آیات و احادیث لکھنے کے باعث قرآن و حدیث میں التباس کا خدشہ تھا۔ چنانچہ جیسے ہی یہ خدشہ دور ہو گیا اور صحابہ کرامؓ قرآنی اسالیب سے آشنا ہو گئے اور ان میں قرآن و حدیث کے فرق کی بصیرت پیدا ہو گئی آپ نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی، چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک انصاری صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ انی لا سمع منك الحدیث فیعجبنی و لا احفظه۔

یارسول اللہ! میں آپ کی مجلس میں بیٹھ کر حدیثیں سنتا ہوں پس مجھے اچھی لگتی ہیں مگر مجھے یاد نہیں رہتیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

استعن بیمینك وَاَوْمَأ بیده لخط۔ (۵۷)

اپنے دائیں ہاتھ سے مدد حاصل کرو۔ (یعنی اُن حدیثوں کو لکھ لیا کرو) اور آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

دورِ نبوی ﷺ میں تدوین حدیث مذکورہ بالا سات طریقوں میں سے شروع کے تین طریقوں کے مطابق ہوئی۔ عربوں کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ہزاروں اشعار ان کو زبانی یاد تھے۔ شجرے اور نسب نامے ان کو حفظ تھے یہاں تک کہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے اُن کے ذہنوں میں محفوظ تھے۔ حفظ احادیث پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو بشارتیں سنائی تھیں اس کے پیش نظر انہوں نے متعدد احادیث ازبر کرلی تھیں، اور وہ احادیث ان کو اتنی اچھی طرح یاد تھیں کہ سننے اور دیکھنے والا دنگ رہ جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (۷۷۳ تا ۸۵۲ھ) مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال ابوالزعیزعة کاتب مروان ۔ ارسل مروان الیٰ ابی هریرة رضی اللّٰه عنه فجعل یحدثه و کان اجلسنی خلف السریر اکتب ما یحدث به حتی اذا کان فی رأس الحول ارسل الیهٔ فسألهٔ و امرنی ان انظر فما غیر حرفاً عن حرف ۔ (۵۸)

والی مدینہ مروان بن حکم (م ۶۵ھ) کے کاتب ابوالزعیزعۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے پاس بلایا اور درخواست کی کہ انہیں کچھ حدثیں سنائیں (اور مقصود در حقیقت ان کے حافظے کا امتحان لینا تھا) آپ نے انہیں کچھ احادیث سنائیں جبکہ مروان نے مجھے تخت کے پیچھے بٹھار کھا تھا (کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکیں) اور حضرت ابوہریرہؓ جو احادیث بیان کرتے جاتے وہ میں لکھتا جاتا تھا۔ (بات آئی گئی ہوئی اور ایک سال گزر گیا) آئندہ سال اُس نے پھر حضرت ابوہریرہؓ کو بلوایا اور وہی احادیث اُسی ترتیب سے سننے کی خواہش کی۔ آپ نے اسی ترتیب سے وہی تمام احادیث دوبارہ سناڈالیں اور میں اپنی لکھی ہوئی احادیث دیکھتا جاتا تھا تو میں نے ان دونوں میں ایک حرف کا بھی فرق نہ پایا (مروان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا)

دور نبوی ﷺ میں حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ اس عشق اور صحابہ کرامؓ کے اس حیرت انگیز حافظے نے تدوین حدیث میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا اور کافی ذخیرۂ احادیث انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو گیا۔ پھر عہد نبوی ﷺ میں ہی ہم کو وہ ذخیرۂ حدیث بھی ملتا ہے جو تحریری صورت میں تھا اور وہ احادیث خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو لکھوائی تھیں مثلاً:

۱۔ حضرت ابوجحیفہؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔

هل عندکم کتاب، قال لا اِلاّ کتاب اللّٰه اوفهم اعطیه رجل مسلم اومافی هذه الصحیفة ۔ (۵۹)

کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر خدا کی کتاب یا وہ فہم اور سمجھ جو ایک مرد مسلم کو عنایت کی جاتی ہے یا وہ (چند احادیث و مسائل) جو اس صحیفے میں لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں میں نے پوچھا اس صحیفے میں کیا لکھا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

العقل و فکاك الا سیر ولا یقتل مسلم بکافر۔

دیت (خون بہا) کے احکام اور قیدی کے رہا کرنے کے (ترغیبی) احکام اور یہ کہ (حربی) کافر کے مقابلہ میں ایک مسلمان قتل نہ کیا جائے۔

اس صحیفۂ علی سے متعلق روایت کے متعدد الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قصاص فدیہ، نصاب زکوٰۃ، ذمیوں سے متعلق احادیث، حرمِ مدینہ اور معاقل و دیات سے متعلق احادیث درج تھیں۔

۲۔ قبیلہ خزاعہ والوں نے قبیلہ بنولیث کے ایک مرد کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے عوض قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ کے اس قتل کے متعلق معلوم ہوا تو آپ ﷺ سواری پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور حرم میں اس قتل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

اَلاوانھالم تحل لاحد قبلی ولا تحلّ لاحدٍ بعدی۔ الا وانّھا حلّت لی ساعۃً من نھار۔ اِلاوَ انّھا ساعتی ھذہٖ حرام" لا یختلیٰ شوکھا ولایعضد شجرھا ولا تلتقط ساقطتھا اِلا لمنشد۔ فمن قتل فھو بخیر النظرین ، اِمّا ان یعقل وامّاان یقا داھل القتیل(۶۰)

آگاہ رہو مکہ میں قتال کرنا نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی صرف دن کے تھوڑے سے حصے کے لئے حلال کیا گیا تھا۔ آگاہ رہو وہ اس وقت حرام (قابل احترام) ہے۔ نہ اُس کا کانٹا توڑا جائے۔ نہ درخت کاٹا جائے۔ اس کی گری پڑی چیز صرف وہی شخص اُٹھائے جس کا ارادہ ہو کہ اعلان کر کے وہ چیز اس کے مالک تک پہنچائے گا اور جس کا کوئی عزیز قتل کیا جائے تو اسے اختیار ہے کہ ان دو صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے یا تو دیت (خون بہا) لے لے یا قصاص لے لے۔

اتنے میں ایک یمنی شخص آیا اور اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔

أُکتب لی یا رسول اللّٰہ۔ فقال اکتبوا لا بی فلان

یا رسول اللہ ﷺ! یہ حدیث میرے لئے لکھ دیجئے، آپ نے فرمایا ابو فلاں کے لئے یہ لکھ دو۔

۳۔ بخاری: باب کتابۃ العلم کی تیسری حدیث: حضرت وہب بن منبہؒ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

ما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم احد'' اکثر حدیثاً عنه منی اِلا ماکان من عبداللّٰہ بن عمرو۔ فانه' کان یکتب (۶۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں عبداللہ بن عمرو کے علاوہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیث کی روایت نہیں کرتا۔ مجھ میں اور ان میں یہ فرق ہے کہ میں زبانی یاد کرتا تھا اور وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں احادیث کے اس تحریری ذخیرے کا نام جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس تھا۔ ''الصحیفة الصادقة'' (یعنی سچی باتوں کا مجموعہ) آیا ہے۔ مختلف کتب احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ روایات کی تعداد ۵۳۷۴ آئی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے مجموعۂ احادیث کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی تو بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرن اوّل میں ہی کتنا بڑا ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں جمع ہو چکا تھا۔ مشہور محدثؒ حضرت علی بن المدینیؒ کا قول حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ جو احادیث اس سند سے آئی ہیں: عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔ وہ سب اسی ''الصحیفۃ الصادقہ'' کی احادیث ہیں۔

۴۔ ابوداؤد شریف میں زکوۃ و صدقات و عشر سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خود املا کرائی ہوئی احادیث کے مجموعہ ''کتاب الصدقہ'' کے متعلق ہے کہ آپ نے یہ احادیث عاملین صدقہ کے لئے لکھوائی تھیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر اُن کے صاحبزادوں عبداللہ و عبیداللہ کے پاس آئی اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُن سے حاصل کر کے ان کی نقل کی۔ پھر یہ سالم بن عبداللہؒ کو ملی اور اُن سے امام زہری نے حاصل کی اور خود اسے حفظ کیا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔

۵۔ حدیث کے مذکورہ مشہور تحریری ذخائر کے علاوہ احادیث کے دوسرے متعدد تحریری مجموعے بھی تھے، جن کا تدوین حدیث کے سلسلے میں شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے مثلاً

حضرت انس بن مالکؓ کے صحیفے، صحیفۂ ابن عباسؓ، صحیفۂ عمرو بن حزمؓ، صحیفۂ سمرہ بن جندبؓ، صحیفۂ ابن مسعودؓ، صحیفہ جابر بن عبداللہؓ، صحیفۂ سعد بن عبادہؓ وغیرہ۔

دور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

ابھی قرنِ اوّل ہی چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک اور عظیم احسان فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا خلیفہ انہیں عنایت فرمایا، آپ ماہ صفر ۹۹ھ میں منصبِ خلافت پر فائز ہوئے اور رجب ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ مگر اس مختصر مدت خلافت میں بھی آپ نے انتہائی نمایاں اور اہم دینی کام انجام دیئے۔ تدوین حدیث کے سلسلے میں تو آپ کی مساعی سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

پہلی صدی ہجری ختم ہونے کو تھی۔ اسلام اب عرب سے نکل کر عجم میں پھیل رہا تھا۔ عجمی لوگ عربوں جیسے حیرت انگیز حافظے کے مالک نہ تھے۔ پھر وہ لوگ لکھنے پڑھنے کے عادی تھے۔ صحابہ کرامؓ روز بروز دنیا سے رخصت ہوتے جارہے تھے۔ بدعتوں کا زور تھا۔ باطل فرقے مسلمانوں میں اپنی جڑیں مضبوط بنارہے تھے۔ خطرہ تھا احادیث رسول ﷺ کی تدوین و حفاظت کی اگر اسلامی حکومت کی سرپرستی میں باقاعدہ کوشش نہ کی گئی تو کہیں اسلامی شریعت کا یہ دوسرا اہم ستون گر ہی نہ جائے اور احادیث کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس خطرہ کو محسوس کر لیا اور جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بواسطہ ابونعیم اصفہانیؒ نقل کیا ہے۔

كتب عمر بن عبدالعزيز الى الآفاق انظرواحديث النبى صلى الله عليه وسلم فاجمعوه۔ (٦١۔الف)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام اسلامی ممالک میں علما کے نام شاہی فرمان بھیجا کہ احادیث کو تلاش کرو اور کتابی شکل میں جمع کرو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے خصوصاً ممتاز عالم حدیث حضرت ابو بکر بن حزمؒ کو اس بارے میں لکھا کہ:

اُنظرما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه لى فانى خشيت دروس العلم و ذهاب العلماء۔ (٦٢)

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تلاش و جستجو کریں اور مجھے وہ

احادیث لکھ بھیجیں کیونکہ مجھے علم (حدیث) کے ناپید ہونے اور علما کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہے۔

اسی طرح آپ نے قاضی ابو بکر سالم بن عبداللہؒ، امام ابن مکحول اور عامر بن شرحبیلؒ کو لکھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور کے ایک اور بڑے محدث امام ابن شہاب زہریؒ کو بھی اسی طرح لکھا۔ امام زہریؒ خود فرماتے ہیں۔

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفتراً دفتراً فبعث الی کل ارض علیھا سلطان دفتراً (۶۳)

ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث کے جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے انہیں دفتراً دفتراً لکھا۔ پھر آپ نے اپنے زیر اختیار تمام اسلامی علاقوں میں ایک ایک دفتر بھیجا۔

تدوین حدیث میں چنانچہ اولیت کا سہرا امام زہریؒ ہی کے سر ہے جن کی کاوشیں تاریخ تدوین حدیث میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں، حضرت امام مالکؒ اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اوّل مَن دوّن العلم ابن شھاب ۔ (۶۴)

سب سے پہلے جس نے حدیث کی تدوین کی وہ حضرت ابن شہاب ہیں۔

پھر مختلف اسلامی ملکوں اور علمی مراکز میں یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابن جریج، مدینہ منورہ میں امام مالکؒ اور ابن ابی ذئب، شام میں امام اوزاعیؒ، یمن میں معمر بن راشدؒ، کوفہ میں سفیان ثوریؒ، بصرہ میں حماد بن سلمہؒ، خراسان میں ابن مبارکؒ، ری میں حضرت جریرؒ، واسط میں حضرت ہشیمؒ، سب دل و جان سے اس کام میں لگ گئے اور منتشر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ یکجا ہو گیا۔ اور یہی وقت کی بہت بڑی ضرورت تھی، ان حضرات نے احادیث کی خاص خاص ابواب کی شکل میں تدوین پر زور نہ دیا کہ اس طرح پہلا اہم مقصد پورا نہ ہو پاتا۔ یہ کام بعد کے محدثین نے انجام دیا کہ ان جمع شدہ احادیث کو ابواب کی شکل میں ترتیب دیا۔

دوسری صدی ہجری

پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے آغاز پر تدوین حدیث کے سلسلے میں سرکاری طور پر جو قابل ستائش مساعی ہوئیں اور جس بھرپور انداز میں اُس دور کے محدثین نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کہنے پر جمع احادیث کا کام کیا۔ بعد کے محدثین نے اس کام میں ایک نئی اور انتہائی اہم جہت کا اضافہ کیا اور وہ تھا احادیث کو فقہی ابواب کے طور پر مرتب کرنا کہ کسی خاص مسئلے سے متعلق احادیث تک بہ آسانی پہنچا جاسکے۔ اس دور کے محدثین نے یہ اہم کام انتہائی خوبصورتی سے انجام دیا۔ دوسری صدی ہجری کی بعض اہم تالیفات درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام ابن شہاب زہریؒ (م ۱۲۵ھ) کتاب السیرہ،
۲۔ موسیٰ بن عقبہؒ (م ۱۴۴ھ) مغازی موسیٰ بن عقبہ،
۳۔ امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کتاب الآثار،
۴۔ امام ابن جریج (م ۱۵۱ھ) سنن ابن جریج
۵۔ امام معمر بن راشدؒ (م ۱۵۴ھ) جامع معمر،
۶۔ حضرت سفیان ثوریؒ. (م ۱۶۱ھ) جامع سفیان الثوری
۷۔ امام حماد بن سلمہ (استاذ امام ابو حنیفہ) (م ۱۶۷ھ) مصنف حماد
۸۔ حضرت شعبہ بن الحجاج (م ۱۷۰ھ) غرائب شعبہ
۹۔ امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) مؤطا
۱۰۔ عبداللہ بن مبارکؒ (شاگرد امام ابو حنیفہؒ) (م ۱۸۲ھ) کتاب الزہد و الرقائق
۱۱۔ امام ابو یوسفؒ (شاگرد امام ابو حنیفہؒ م ۱۸۲ھ) کتاب الذکر والدعا
۱۲۔ امام وکیع بن الجراح (م ۱۹۶ھ) مصنف وکیع
۱۳۔ سفیان بن عینیہ (م ۱۹۸ھ) جامع سفیان
۱۴۔ حضرت عبداللہ بن المبارک (م ۱۸۲ھ) کتاب الاستیذان

(جاری ہے)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سورۃ التحریم: آیت ۳، آیت کی تشریح:۔ شرعاً کسی بھی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرلینا

درست نہیں۔ سورۃ المائدہ آیات ۸۷/۸۸ میں صریح قرآنی حکم ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللّٰہ لکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین O وکلوا مما رزقکم اللّٰہ حلالاً طیباً و اتقوا اللّٰہ الذی انتم بہ مؤمنون O

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں، ان میں لذیذ (اور مرغوب) چیزوں کو (قسم اور عہد کر کے اپنے نفسوں پر) حرام مت کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد (شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں اُن میں سے حلال و مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

شرعاً حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں: (ا) کوئی یہ عقیدہ قائم کرے کہ یہ حلال چیز شرعاً حرام ہے۔ یہ کفر اور ایسا کرنا گناہ عظیم ہے۔ (ب) یہ عقیدہ تو قائم نہ کرے مگر عملاً بدونِ ضرورت و مصلحت قسم کھا کر کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام کرے۔ اس صورت میں اس شخص پر لازم ہے کہ اپنی قسم توڑ دے اور کفارۂ قسم ادا کرے۔ یعنی صبح و شام دو وقت دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا بقدر ستر پوشی دس مسکینوں کو کپڑا دے، مثلاً تہبند، پائجامہ یا لمبا کرتہ یا ایک مملوک غلام آزاد کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو مسلسل تین روزے رکھے، جیسا کہ سورۃ المائدہ آیت ۸۹، میں بیان ہے۔ (پ) اس کا عقیدہ تو صحیح ہو مگر ضرورتاً اور مصلحتاً اس حلال چیز کو دائماً ترک کر دے تو اگرچہ یہ جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (ت) عقیدہ تو یہی رکھے کہ یہ حلال چیز حلال ہے، مگر ہمیشہ کے لئے اُسے چھوڑ دینے کو باعث برکت و ثواب سمجھے یہ بدعت ہے اور شرعاً گناہ ہے۔ (ج) کوئی حلال چیز کسی جسمانی یا روحانی بیماری سے علاج کے طور پر چھوڑ دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں اور نہ یہ مکروہ ہے۔

واقعۂ تحریم جس کی طرف اشارہ مذکورہ آیت۔ ۳، میں کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر اپنی سب ازواج مطہرات کے پاس کھڑے کھڑے علیک سلیک کرنے اور خیریت پوچھنے تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس کچھ دیر رکتے اور شہد نوش فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو کسی طرح معلوم ہوا تو اپنی

فطری نسوانی کمزوری کے باعث، اُنہیں رشک آیا اور حضرت حفصہؓ کے مشورہ سے اُنہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے (مغافیر: ایک بدبودار قسم کا گوند)۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت حفصہؓ نے کہا کہ آپ ﷺ نے مغافیر پیا ہے اور آپ کو بدبودار چیز سے طبعاً نفرت تھی۔ آپ نے حضرت حفصہؓ کو شہد پینے کی بات بتادی مگر ساتھ ہی اس خیال سے کہ زینب بنت جحشؓ کو معلوم ہوگا تو اُنہیں رنج ہوگا حضرت حفصہؓ کو منع کر دیا کہ وہ کسی سے اس شہد کے واقعہ کا ذکر نہ کریں اور آپ نے قسم کھائی کہ آئندہ کبھی شہد نہ استعمال کریں گے۔ آیت میں چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جس بات کرنے کا ذکر ہے وہ یہی شہد والی بات تھی۔ بخاری شریف، کتاب التفسیر سورۃ التحریم مطبوعہ دہلی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء۔ ص ۷۲۹ / ۷۳۰۔ جلد ۲، میں خود حضرت عائشہؓ کی زبانی اور بذریعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی زبانی واقعے کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ نزول آیت کے بعد آپ نے اپنی قسم توڑی اور کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔

۲۔ سورۃ الذریت، آیت ۲۴۔۳۵، آیت کی قدرے تشریح یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جب حد سے گزر گئی اور اللہ پاک نے ان کی قوم کو سزا دینے کا فیصلہ فرمالیا اور فرشتوں کو اُن پر کنکر پتھر برسانے کے لئے بھیجا تو یہ فرشتے بشکل انسان پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور اُنہیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت سنائی۔ چونکہ یہ فرشتے انسانوں کی صورت میں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اجنبی مہمان سمجھا اور ان کی ضیافت کے لئے ایک فربہ تلا ہوا بچھڑا ان کے سامنے رکھا۔ وہ فرشتے تھے بھلا کیسے کھاتے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب انہیں کھانے کے لئے کہا اور انہوں نے پھر بھی نہ کھایا تو اب حضرت کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ دشمن تو نہیں کہ کھانے اور مہمانی قبول کرنے سے انکار تو صرف دشمنوں کا شیوہ ہے، تب فرشتوں نے انہیں بتایا کہ وہ فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو سزا دینے کیلئے بھیجے گئے ہیں۔

۳۔ سورۃ طٰہ، آیت ۹ تا ۱۰، آیت کی تشریح حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے الفاظ میں یہ ہے: ''یہاں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا واقعہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔ کئی سال وہاں مقیم رہنے کے بعد

حضرت موسیٰ نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ حاملہ بیوی ہمراہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ سردی کا شباب تھا۔ بکریوں کا گلہ بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔ اسی حالت میں راستہ بھول گئے۔ بکریاں متفرق ہو گئیں اور بیوی کو دردزہ شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے۔ سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ چقماق مارنے سے بھی آگ نہ نکلی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعتہً دور سے ایک آگ نظر آئی۔ وہ حقیقت میں دنیاوی آگ نہ تھی۔ اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا (جس کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ شاید اس آگ کا ایک شعلہ لا سکوں یا وہاں پہنچ کر کوئی راستے کا پتہ بتانے والا مل جائے۔ کہتے ہیں کہ اُس پاک میدان میں پہنچ کر عجیب نظارہ دیکھا۔ ایک درخت میں زور و شور سے آگ لگ رہی ہے۔ اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اُٹھا لائیں، لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہٹتی جاتی اور جب گھبرا کر ہٹنا چاہتے تو آگ تعاقب کرتی۔ اسی حیرت و دہشت کی حالت میں آواز آئی اِنّی اَنَا رَبُّکَ الخ گویا وہ درخت بلا تشبیہ اُس وقت غیبی ٹیلی فون کا کام دے رہا تھا۔ امام احمدؒ نے وھب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یا موسیٰ سنا تو کئی بار لبیک کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے۔ آواز آئی۔ میں تیرے اوپر ہوں۔ تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے سامنے ہوں۔ تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ (م۔ ۵۷ھ) صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث جن سے کتب احادیث میں ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں اور حدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں ان سے مروی احادیث موجود نہ ہوں۔ حالانکہ دیگر متعدد صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شرف صحبت کی مدت کم رہی۔ حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر کے موقع پر اسلام لائے جو محرم الحرام ۷ھ میں وقوع پذیر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۲؍ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت دوپہر ہوا۔ اس طرح حضرت ابوہریرہؓ کو صرف ۴ سال دو ماہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل رہا، جبکہ بعض دیگر صحابہ کرامؓ جو مکہ مکرمہ میں ابتدا ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ ۲۳ سال کے پورے دور نبوت میں شرف صحبت نبوی ﷺ سے فیضیاب ہوئے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ان چار سال دو ماہ کا بھرپور استعمال کیا اور علم حدیث میں یہ ممتاز مقام حاصل کرلیا کہ وہ اس پوری مدت میں ہر وقت، حصول علم حدیث میں سرگرداں رہتے تھے جبکہ دیگر انصار و مہاجرین صحابہؓ زراعت و تجارت میں بھی مشغول رہنے پر مجبور تھے اور یہ مقام نہ حاصل کر سکے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی علم حدیث میں یہ انفرادیت ایسی ہی ہے جیسے حضرت زید بن حارثہؓ کی انفرادیت کہ ان کا نام 'قرآن مجید (سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷) میں مذکور ہے، جبکہ دیگر کسی صحابی یا صحابیہ کا نام کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر نہیں۔ یا جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کہ واحد صحابی ہیں جن کے احسانات کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے طور پر نہ ادا کر سکے جبکہ ہر دیگر صحابی یا صحابیہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی احسان کیا آپ نے اُس کا بدلہ چکا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک ہی قیامت کے دن مجھ پر ان کے احسانات کا بدلہ دے گا یا جیسے حضرت عمر فاروقؓ کہ کسی دیگر صحابی کی رائے کے مطابق اور اُن کے الفاظ کے قریب قرآن مجید میں اتنی آیات نازل نہیں ہوئیں، جتنی ان کی رائے کے مطابق اور ان کے الفاظ کے قریب نازل ہوئیں۔ یا جیسے حضرت عمیر بن ثابت (اصیرم عبدالاشہلؓ) (مشہور صحابی حضرت حذیفہؓ کے بھانجے) کہ جنہوں نے ایک وقت کی بھی نماز ادا نہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق جنتی بن گئے کہ عین غزوۂ اُحد کے معرکے کے دوران ایمان لائے تھے اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے اور کسی نماز کا وقت ہی نہ پا سکے۔ یا جیسے ۱۷ سالہ نوجوان حضرت اُسامہ بن زیدؓ جنہیں اس چھوٹی سی عمر میں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ سفر ۱۱ھ میں سریہ اُسامہ بن زیدؓ میں امیر لشکر بنائے گئے جبکہ کبار صحابہؓ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت قتادہ بن نعمانؓ وغیرہ ان کے زیر کمان تھے۔ یا جیسے حنظلہ بن ابی عامر جن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ بیوی سے ہم بستر ہوئے مگر غسل نہ کر سکے کہ جنگ اُحد کی نفیر عام ہوئی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور غسیل ملائکہ کہلائے، یا جیسے حضرت سعد بن معاذؓ جن کی وفات پر عرش الٰہی ہل گیا تھا۔

اور جن کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور ان تمام صحابہ کرامؓ کی یہ انفرادیت ان خاص خاص شعبوں میں فضیلت کے باعث تھی ورنہ مجموعی فضیلت کے اعتبار سے صحابہؓ کرامؓ کے وہی مدارج فضیلت ہیں جو کتب احادیث و فقہ میں معروف ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا اصل نام عمیر بن عامر تھا۔ ان کا تعلق یمن سے تھا۔ قبیلہ "دوس" وہاں کا معروف قبیلہ تھا۔ حضرت طفیل بن عمر دوسیؓ اس قبیلے کے ممتاز فرد تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہی اسلام لے آئے تھے اور اُن کی کوششوں سے قبیلہ دوس میں خوب اسلام پھیلا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا تعلق بھی قبیلہ دوس سے تھا اور حضرت طفیلؓ کی ان مساعی سے حضرت ابوہریرہؓ کے دل میں اسلام کیلئے نرم گوشہ پیدا ہوا۔ چنانچہ جب حضرت طفیل بن عمر دوسی یمن کے چند افراد کے ہمراہ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوہریرہؓ بھی اُن کے ہمراہ تھے اور خیبر جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لائے اور بہت جلد ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تعلیمات کی اتنی زیادہ محبت پیدا ہوگئی کہ گویا ہمہ وقتی طالب علم اور ہمہ وقتی مبلغ بن گئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خدمتِ نبوی ﷺ میں عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ ! اِنّی اسمع منك حدیثاً کثیراً انساہ۔

(بخاری: باب حفظ العلم)

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔

قال اُبسط ردائك فبسطتہ فغرف بیدیہ ثم قال ضم فضممتہ فمانسیت شیئاً۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ چنانچہ میں نے چادر پھیلادی۔ تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا اور چادر میں ڈال دیا۔ پھر ارشاد فرمایا اس چادر کو اپنے اوپر لپیٹ لو۔ چنانچہ میں نے وہ چادر اپنے اوپر لپیٹ لی اور اس سے بدن کو ڈھانپ لیا۔ پھر میں آپ کی حدیث کبھی نہیں بھولا۔

اور جب لوگ کہتے کہ ابوہریرہؓ تو بہت حدیثیں بیان کرتا ہے تو آپ فرماتے کہ اگر قرآن کریم میں یہ دو آیتیں نازل نہ ہوتیں (سورۃ البقرہ، آیات ۱۵۹/۱۶۰) جن میں فرمایا گیا ہے۔

جو لوگ اُن مضامین کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ اپنی ذات میں واضح ہیں اور دوسروں کے لئے ہدایت ہیں اس کے بعد کہ ہم ان کو کتاب الٰہی

(تورات و انجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور دوسرے بہت لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور ان مضامین کو ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔

تو "ماحدّثتُ حدیثا" (تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا) تو گویا فرمایا کہ حدیث بیان کرنا اپنا اہم دینی فریضہ تصور کرتا ہوں کہ کہیں مذکورہ عذاب کا مستحق نہ بن جاؤں۔ رہا دیگر صحابہؓ کرامؓ کا معاملہ تو فرمایا:

اِن اخواننا من المھا جرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق وَانَّ اخواننا من الانصار کان یشغلھم العمل فی اموالھم واِن ابا ھریرۃ کان یلزم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم بشبع بطنہٖ ویحضر مالا یحضرون و یحفظ مالا یحفظون۔ (ایضاً)

ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں تجارت اور خرید و فروخت کا شغل رہتا تھا اور انصار بھائیوں کو زراعت و اموال کا اور ابو ہریرہؓ بس اپنا پیٹ بھرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا اور وہ حاضر نہ ہوتے اور وہ باتیں یاد کر لیتا (حصول علم حدیث و حفظ احادیث) جو وہ یاد نہ کرتے تھے۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے دعا فرمائی ان کی والدہ کے لئے بھی دعا فرمائی اور وہ آپ کی دعا کی برکت سے مسلمان ہوئیں۔ ۵۷ھ میں حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ منورہ میں شدید بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ والی مدینہ ولید نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۵۔ امام بخاریؒ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار / ص ۹۷۲ / ج۔۲ / مطبوعہ دہلی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف شفاعتوں میں سے ایک شفاعت کا ذکر ہے یہ وہ شفاعت ہوگی جب دوزخ کی ہولناکیوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اُمتی اُمتی ہوگا اور آپ ﷺ اپنی اُمت کے گنہ گاروں کے لئے شفاعت فرما رہے ہوں گے۔ آپ کی اس شفاعت کو قبول کیا جائے گا اور آپ ﷺ سے کہا جائے گا۔

أخرج من النار من فی قلبہ وزن کذامن الایمان۔
آپ ﷺ اُن سب کو دوزخ سے نکال لیجئے جن کے قلب میں اتنا سا بھی ایمان ہو۔

اس شفاعت میں آپ کی شفاعت کو سب سے زیادہ حاصل کرنے والا خوش نصیب وہ ہوگا جس کا ایمان دوسروں کی نسبت زیادہ کامل ہوگا۔ گویا اس حدیث میں اخلاص کے مختلف مدارج و مراتب کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں تک آپ کی شفاعت عظمٰی کا تعلق ہے اس شفاعت کے قبول ہونے پر اُسے سب سے زیادہ حاصل کرنے والے خوش نصیب وہ ہوں گے جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل کئے جائیں گے، پھر اُن کے بعد والے اور پھر اُن کے بعد والے۔

حضرت امام بخاریؒ (۱۹۴ تا ۲۵۶ھ) کنیت نام و نسب: ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ابن بردزبہ (اس کا تلفظ اس طرح ہے: ب کا زبر دال کا زیر، پھر دوسری ب کا زبر اور بقیہ تین حروف ر، ز اور ہ ساکن بمعنی کاشتکار یا کارندہ) ابو عبداللہ آپ کی کنیت تھی اور نام محمد تھا۔ امام بخاریؒ کے جد اعلیٰ بردِزبہ مجوسی (آتش پرست) تھے۔ امام بخاریؒ کے اَجداد میں ان کے پردادا حضرت مغیرہ بخاری سب سے پہلے مسلمان ہوئے جو والی بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر ایمان لائے اس لیۓ اُنہیں مغیرہ جعفی (ولاء کی طرف نسبت کے باعث) بھی کہا جانے لگا۔

حضرت امام بخاریؒ ۱۳/ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئے اور ۶۲/ سال کی عمر پاکر آپ نے ۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ شاعر نے آپ کی ولادت، مدت عمر اور سال وفات کو درج ذیل قطعے میں خوبصورتی کے ساتھ موتیوں کی طرح پرودیا ہے۔

کان البخاری حافظاً ومحدّثا۔ جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ صدق و مدۃ عمرہ ۔ فیھا حمید و انقضیٰ فی نور
۱۹۴ھ ۶۲ ۲۵۶ھ

بخاریؒ حافظِ حدیث و محدث تھے۔ اُنہوں نے "صحیح" (احادیث) کو جمع کیا جو کامل اور پورے طور پر واضح ہے۔ اُن کا سال ولادت لفظ صدق ۱۹۴ھ سے نکلتا ہے۔ مدت عمر لفظ حمید سے ۶۲ اور وفات لفظ نور ۲۵۶ھ سے۔

ان کے پاس چھ لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا۔ جن میں سے انہوں نے اپنی صحیح کے لئے صحیح ترین ۷۲۷۵ احادیث کا انتخاب کیا اور اُس کا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر

من اُمور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ رکھا۔ حضرت امام بخاریؒ بچپن میں نابینا ہوگئے تھے۔ اُن کی والدہ ماجدہؒ اس بات سے سخت پریشان تھیں اور شب و روز ان کی بینائی کے لوٹ آنے کی دعائیں کیا کرتی تھیں۔ آخر ایک رات انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کو بینائی لوٹ آنے کی بشارت دے رہے ہیں کہ خدا نے تیری گریہ وزاری اور دعا کے سبب تیرے بیٹے کو بینائی عطا فرمادی ہے۔ چنانچہ وہ جب صبح اٹھیں تو حضرت امام بخاریؒ کو بینا پایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ "بستان المحدثین" میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

> در حالت طفولیت ہر دو چشم اواز نور بصارت عاری گشتہ بود و مادرش را بایں سبب قلق شدید دامن گیر حال می ماند۔ روزے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را بخواب دید کہ گویا می فرمایند خوش باش کہ حق تعالیٰ بصارت پسر ترا عنایت فرمود ایں بسبب بسیاری دعا و گریہ وزاریٔ تست۔ صبح کہ برخاست چشم پسر را بینا دید۔

حضرت امام بخاریؒ کو چھوٹی سی عمر میں ہی علم حدیث سے بے حد لگاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ ابھی دس سال کے ہی تھے کہ یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ مکتب میں جہاں بھی حدیث شریف سنتے اسے یاد کر لیتے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

> ودہ سالہ بود کہ در مکتب ہر جا نام حدیث شنیدے اور ایاد گرفتے۔ درہماں سن وسال مشغوف بہ یاد کردن احادیث بود۔ (ایضاً)

اللہ پاک نے حضرت امام بخاریؒ کو حیران کن اور بے مثال قوتِ حافظہ عطاء فرمائی تھی۔ ایسے ہی آپ کا تقویٰ اور کردار کی پاکیزگی بھی بے مثال تھی۔ شارحین حدیث نے اس سلسلہ میں متعدد واقعات بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ ابھی حضرت امام بخاریؒ کی عمر صرف ۱۱ سال تھی کہ بخارا کے ایک اُستاد حدیث شیخ داخلیؒ کی خدمت میں آپ کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ ایک مرتبہ دوران درس حدیث شیخ داخلیؒ نے ایک سند حدیث بیان کرتے ہوئے کہا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم۔ اس پر امام بخاریؒ نے فوراً ٹوکا کہ ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ سند حدیث اس طرح ہے سفیان نے ابوزبیر سے روایت کی، انہوں نے عدی سے اور عدی نے ابراہیم سے روایت کی۔ شیخ

داخلی نے آپ کی بات نہ مانی تو امام بخاری نے اُن سے درخواست کی کہ گھر جاکر اصل نسخے میں دیکھ لیں۔ انہوں نے جب اصل نسخہ دیکھا تو واقعی ایسا پایا۔ اس ۱۱ سالہ نوجوان کی بات پر شیخ داخلیؒ حیران رہ گئے۔

۲۔ حاشد بن اسمٰعیل اور امام بخاریؒ دونوں اُس وقت کے شیوخ کے پاس طلب علم حدیث کے لئے ساتھ جاتے تھے۔ حاشد اور دیگر طلباء کے پاس قلم دوات ہوتی اور یہ شیخ سے سنی ہوئی احادیث لکھتے جاتے جبکہ حضرت امام بخاریؒ کے پاس نہ قلم ہوتا نہ دوات ہوتی یہ اُستاد سے احادیث محض سنا کرتے۔ حاشد کو اُن کا اس طرح درسِ حدیث میں آنا بے کار محسوس ہوتا اور وہ کبھی کبھی اِن سے کہتے۔

ترا ازیں آمد ورفت چہ فائدہ است چوں ہیچ نمی نویسی۔ آنچہ می شنوی از یاد می رود وچوں باد در یک گوش می در آمد واز گوش دیگری بر آمد۔

آپ کو بھلا ایسی آمد ورفت سے کیا فائدہ جب آپ شیخ سے سنی ہوئی احادیث میں سے کچھ بھی نہیں لکھتے۔ آپ محض سنتے ہیں۔ اس طرح تو آدمی کو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ وہ بات تو پھر ہوا کی طرح ہوتی ہے۔ ایک کان سے داخل ہوئی اور دوسرے کان سے نکل گئی۔ حضرت امام بخاریؒ ان کی بات سنتے اور جواب نہ دیتے یہاں تک کہ سولہ دن ہوگئے اور ان لوگوں نے ۱۵ ہزار احادیث لکھ لیں۔ اب جب حاشد بن اسمٰعیل نے وہ بات کہی تو حضرت امام بخاریؒ نے آخر بیزار ہو کر فرمایا:

شما بسیار مرا تنگ کردید۔ حالا بیارید آنچہ شما نوشتہ اید و محفوظ مرا باو مقابلہ کنید۔

تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔ آؤ اب تم اپنی لکھی ہوئی احادیث لے آؤ اور میری صرف سنی ہوئی احادیث اور یادداشت سے اُن کا مقابلہ کر لو، حضرت امام بخاریؒ نے وہ محض سنی ہوئی ۱۵ ہزار احادیث اُن کو از بر سنادیں اور اتنی صحیح سنائیں کہ وہ لوگ اپنے نوشتوں کی غلطیوں کی امام بخاریؒ کی از بر سنائی ہوئی احادیث سے اصلاح کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ

شما می پندارید کہ من عبث سر گردانی می کنم۔

تم سمجھتے ہو کہ میں عبث و بے فائدہ سر گردانی کرتا ہوں۔

حاشد فرماتے ہیں میں اُسی روز سمجھ گیا کہ یہ علم حدیث کا بہت بڑا آدمی بننے والا ہے۔

۳۔ حضرت امام بخاریؒ نے طلب علم حدیث واشاعتِ دین کے لئے متعدد سفر کئے، مثلاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، ہرات، بغداد، مرو، بصرہ، کوفہ، نیشاپور، بلخ، متعدد جزائر، ۱۰۸۰

شیوخ سے یہ علم حاصل کیا اور ۹۰ ہزار شاگردوں کو یہ علم منتقل کیا، یعنی بلا واسطہ ورنہ آپ کے بالواسطہ لاتعداد تلامذہ تو ہمیشہ رہے اور قیامت تک رہیں گے۔

بصرہ کے سفر میں فرمایا اے بصرہ والو! گو میں نسبتاً کم عمر ہوں اور میرے سامنے متعدد ایسے بزرگ تشریف فرما ہیں جو مجھ سے عمر میں بہت زیادہ ہیں مگر میں آج آپ کے سامنے ایسی احادیث بیان کروں گا جن کے راوی اگرچہ بصرہ والے ہیں مگر آج تک وہ احادیث بصرہ والوں نے نہیں سنیں اور آپ نے متعدد احادیث سنائیں، جنہیں سن کر اہل بصرہ دنگ رہ گئے۔

۴۔جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو یہاں چند محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا اور اس کا یہ انوکھا طریقہ نکالا کہ دس علما نے دس دس احادیث آپ کو اس طرح سنائیں کہ ہر متن حدیث سے پہلے ایک دوسری غیر متعلقہ سند لگا دی اور ہر سند حدیث کے بعد اس سے بالکل غیر متعلق متن حدیث بیان کر دی۔ اور اس طرح سو احادیث گڈمڈ کر دیں تاکہ حضرت امام بخاریؒ گڑبڑا جائیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے پورے صبر کے ساتھ اِن سو احادیث کو سنا اور ہر حدیث سننے کے بعد آپ لااعرفہ (میں حدیث کو اس طرح نہیں جانتا یعنی اس سند کے ساتھ یہ متن اور اس متن کے ساتھ یہ سند صحیح نہیں) اور پھر آپ نے اسی ترتیب کے ساتھ جس طرح سنی تھیں صحیح متون واسناد بیان فرمادیں کہ پہلے عالم کی ہر دس احادیث کا صحیح متن اور صحیح سند یہ ہے اور دوسرے، تیسرے تا دسویں عالم کی بیان کردہ دس دس احادیث کے صحیح متون واسناد یہ ہیں۔ بغداد کے علما و مشائخ حیران رہ گئے۔

۵۔ ابھی آپ کی عمر مبارک سولہ سال ہی کی تھی کہ آپ نے حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ (شاگرد حضرت امام ابو حنیفہؒ) کی تمام کتابوں اور مشہور محدث حضرت وکیعؒ کے تمام نسخوں کو حفظ کر لیا تھا۔ پھر آپ اپنے بھائی احمد اور والدہ ماجدہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، تو حج سے فراغت کے بعد دونوں کو وطن واپس بھیج دیا اور خود وہیں طلب حدیث کے لئے رک گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنی مشہور کتاب التاریخ کا مسودہ ترتیب دینا شروع کر دیا۔ ایک دن اسحٰق بن راہویہؒ کی مجلس میں شریک تھے کہ کسی نے کہا کیا اچھا ہو کوئی صرف صحیح ترین اور معتبر ترین راویوں کی احادیث کا مجموعہ تیار کردے۔ یہ بات حضرت امام بخاریؒ کے دل کو لگ گئی اور انہوں نے اپنے چھ لاکھ احادیث کے ذخیرے میں سے جو ان کے پاس محفوظ تھا سولہ سال کی شدید محنت کے بعد اپنی صحیح بخاری تیار فرمادی۔

۶۔ پھر تقویٰ اور پاکیزگی کا یہ عالم کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل ادا کرتے پھر وہ حدیث کتاب میں درج کرتے۔ اسی طرح ہر عنوان حدیث (ترجمہ الباب) قائم کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آپ ﷺ کے منبر مبارک کی درمیانی جگہ دو رکعت نفل ادا فرماتے تھے اس احتیاط، تقویٰ اور نیک نیتی کا ثمرہ تھا کہ دنیا میں صحیح بخاری کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی۔

۷۔ معاشرتی معاملات میں وہ کتنے محتاط تھے اس کا کچھ اندازہ آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی بستان المحدثین (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۲۷۱) کے درج ذیل ارشاد سے ہوگا۔

> وازنوادر بخاریؒ آنست کہ می گفت کہ من امید دارم کہ مرا روز حساب از غیبت کسے نہ پرسند کہ ہیچ کس را غیبت نہ کردم و ایں تورع و تعفت بسیار عجیب است۔
> اور امام بخاریؒ کے نادر اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا کہ میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور یہ پاکیزگی و تقویٰ بڑا عجیب ہے۔

۸۔ تجارتی لین دین میں کردار کی پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ بعض تاجروں نے پانچ ہزار درہم میں آپ سے کچھ مال خریدنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کل سوچ کر جواب دوں گا۔ رات کو سوچا اور نیت کرلی کہ یہ مال اُن تاجروں کو دے دوں گا۔ دوسرے روز بعض دوسرے تاجروں کو معلوم ہوا اور انہوں نے اُسی مال کے اُس سے دوگنے یعنی دس ہزار درہم لگا دیئے۔ مگر آپ نے اُن سے سودا کرنے سے انکار فرمادیا کہ رات میں اپنے طور پر پہلے لوگوں سے سودا طے کرچکا ہوں (مفتی رشید احمد: ارشاد القاری الیٰ صحیح البخاری) اور اس میں اس پاکیزہ مال کی برکتیں بھی شامل تھیں جو حضرت امام بخاریؒ کو اپنے والد بزرگوار حضرت اسمٰعیلؒ سے ورثے میں ملا تھا اور جس پاکیزہ مال سے حضرت امام بخاری کی پرورش و تربیت ہوئی تھی۔ حضرت اسمٰعیلؒ نے اپنے انتقال سے پیشتر فرمایا تھا کہ میرے تمام مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں۔ یہ سارے کا سارا پاکیزہ مال ہے۔ اس وقت کے مشہور محدث حضرت احمد بن حفصؒ نے جب یہ سنا تو فرمایا: فتصاغرت الی نفسی (ان کے تقویٰ کے مقابلے میں مجھے اپنا نفس ذلیل لگنے لگا)

۹۔ علم حدیث کی عظمت آپ کے دل میں ایسی جاگزیں تھی کہ اس پاکیزہ علم کی معمولی

سی اہانت بھی آپ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی نے ایک بار آپ سے کہا کہ میرے گھر آکر آپ میرے بیٹوں کو اپنی جامع تاریخ اور دیگر کتب پڑھا دیا کریں۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا:

ایں علم، علم حدیث است، ایں را ذلیل نمی کنم، اگر ترا غرض باشد پسران خود را در مجلس من بفرلیس تا بدستور طلبۂ دیگر تحصیل نمایند۔ (بستان، ص ۲۷۲)

یہ علم، حدیث کا علم ہے، میں اسے ذلیل نہیں کرتا۔ اگر تمہیں ضرورت ہے تو اپنے بیٹوں کو میرے درس حدیث میں بھیج دیا کرو تاکہ دستور و قاعدے کے مطابق دوسرے طلبا بھی استفادہ کرتے رہیں۔

یہ سن کر امیر بخارا نے کہا تو پھر میرے بیٹے جس وقت آپ کے پاس آئیں دوسرے طلبا کو آپ نہ آنے دیں۔ کیونکہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ میرے بیٹے جولاہوں کے ہمنشین بنیں۔ اس پر امام بخاریؒ نے فرمایا:

ایں علم میراثِ پیغمبر است۔ تمام اُمت دراں شریک است۔ خاص بہ کسے نمی شود۔

یہ علم پیغمبر کی میراث ہے۔ اس میں تمام اُمت شریک ہے اور اس میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں۔

اس جواب سے امیر بخارا کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی اور اس نے امام بخاریؒ کو ستانا شروع کر دیا۔ بالآخر امام بخاریؒ کو بخارا چھوڑنا پڑا مگر امیر بخارا بھی چین سے نہ بیٹھ سکا۔ خلیفہ نے اسے معزول کیا اور وہ ذلیل ہوا، امام بخاریؒ کا ابتلا کا دور یہیں ختم نہ ہوا۔ وہ نیشاپور گئے۔ وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی۔ بالآخر خرتنگ آگئے جو سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں ۲۵۶ھ لیلۃ الفطر (ہفتہ کی شب) بوقت عشاء بہ عمر ۶۲ سال انتقال فرمایا اور عیدالفطر کے دن بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) ایک بزرگ شیخ عبدالواحد طوسیؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ کرامؓ بر سر راہ کھڑے انتظار فرما رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! کس کا انتظار ہے فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاری کا۔ حضرت امام بخاریؒ کبھی کبھی شعر گوئی کا بھی شوق فرماتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع ۔ فعسیٰ ان یکون موتك بغتة
کم صحیح رأیت من غیر سقم ۔ ذهبت نفسه الصحیحة فلتة

فرصت کے لمحات میں ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت سمجھ کہ شاید تیری موت اچانک آ جائے کیونکہ میں نے بہت سے صحت مند لوگوں کو دیکھا ہے کہ بغیر کسی بیماری اچانک چل بسے ہیں۔

۶۔ علامہ بدرالدین عینیؒ، "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری" مطبوعہ دارالفکر (۲۵ جلدیں) علامہ کا پورا نام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینیؒ ابن قاضی شہاب الدین احمدؒ بن قاضی شرف الدین موسیٰؒ (م ۸۵۵ھ) تھا۔ آپ کا اصل تعلق حلب (شام) سے تھا۔ عینتاب آپ کا جائے پیدائش ہے پھر سکونت کے لئے قاہرہ (مصر) کو پسند کر لیا اور وہیں وفات پائی۔ صحیح بخاری کی آپ کی یہ معرکۃ الآراشرح تقریباً سات ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد۔۱/ صفحات ۳۳۲/ جلد۔۲۵/ صفحات ۲۰۸

۷۔ محمد ابراہیم سجاولی: مقدمہ دورۂ حدیث (مطبوعہ حیدر آباد ۱۴۰۱ھ)

۸۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۰/ محرم ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۵ء تا ۲۱/ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ / ۱۳/ دسمبر ۱۹۴۹ء)۔ آپ بجنور میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا نام مولانا فضل الرحمٰن تھا جو ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ گو والد نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا مگر عاشورۂ محرم میں پیدا ہونے کے باعث گھر والے آپ کو شبیر احمد کہنے لگے اور آئندہ آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ۴۳/ ویں پشت میں آپ کا نسب نامہ حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن (مفتی اعظم ہند) اور مولانا حبیب الرحمٰن (مہتم دارالعلوم دیوبند) آپ کے سوتیلے بھائی تھے۔

سات سال کی عمر تھی کہ ۱۳۱۲ھ میں اردو تعلیم کا آغاز کیا۔ نو سال کی عمر تھی کہ ۱۳۱۴ھ میں فارسی تعلیم کا آغاز کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (مفتی اعظم۔ پاکستان) کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد یٰسین (صدر مدرس شعبۂ فارسی دارالعلوم۔ دیوبند) آپ کے فارسی اساتذہ میں سے تھے۔ منشی منظور احمد صاحب سے بھی آپ نے فارسی پڑھی۔ ۱۴ سال کی عمر تھی کہ ۱۳۱۹ھ میں دیوبند ہی میں عربی تعلیم کا آغاز کیا اور ۲۰ سال کی عمر تھی کہ ۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم۔ دیوبند سے

دورۂ حدیث مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ تدریس میں مشغول ہوگئے اور دار العلوم دیوبند، مدرسہ عالیہ فتح پوری۔ دہلی اور جامعہ اسلامیہ۔ ڈابھیل ضلع سورت میں تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۵۲ھ میں جب حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا انتقال ہوا تو وہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوگئے۔ چند سال اعزازی طور پر صدر مہتمم دار العلوم دیوبند رہے اور بالآخر ۱۳۶۲ھ میں دوبارہ ڈابھیل تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نہ صرف ایک متبحر عالم، ایک بے مثال مفسر، اپنے وقت کے عظیم محدث اور اعلیٰ درجے کے مقرر تھے، وہ ایک مقتدر سیاسی رہنما بھی تھے۔ درس وتدریس کو وہ دین کی علمی خدمت اور سیاست کو عملی خدمت تصور کرتے تھے۔ چنانچہ درس وتدریس کے ساتھ انہوں نے سیاسی خدمات بھی جاری رکھیں۔ ابتداء جمعیۃ الانصار کے پلیٹ فارم سے، پھر جمعیۃ العلماء ہند اور بالآخر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے، انہوں نے مسلمانانِ ہند وپاکستان کے لئے بڑے قیمتی کام کئے۔ تحریک خلافت، ترک موالات، سرحد ریفرنڈم وقیام پاکستان وغیرہ کے لئے ان کی عظیم سیاسی خدمات ہیں۔ آپ جب تقریبات پاکستان میں شرکت کے لئے ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں دیوبند سے کراچی تشریف لائے تو قائداعظمؒ نے آپ ہی کے دست مبارک سے پاکستان کی رسم پرچم کشائی کرائی، آپ ہی نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح فرمایا اور آپ ہی کی کوششوں سے قرارداد مقاصد منظور ہوئی، اور اس طرح پاکستان کی اسلامی اساس کی آپ ہی کے ہاتھوں بنیاد پڑی۔ ۶۴ سال کی عمر پاکر بالآخر آپ نے ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا (اناللہ وانا الیہ راجعون)

آپ نے متعدد تصنیفات یادگار چھوڑیں اور متعدد مفید مضامین مقالے و تقریظیں سپرد قلم کیں مثلاً: ۱۔ تفسیر عثمانی (تفسیری حواشی جو آپ نے ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو مکمل فرمائے)، ۲۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم (عربی) تین جلدیں، ۳۔ فضل الباری شرح صحیح بخاری اردو، ۴۔ الاسلام، ۵۔ العقل والنقل، ۶۔ اعجاز القرآن، ۷۔ الشہاب، ۸۔ معارف القرآن، ۹۔ لطائف الحدیث، ۱۰۔ ہدیۂ سنیہ، ۱۱۔ تحقیق الخطبہ، ۱۲۔ سجود الشمس، ۱۳۔ الدار الآخرہ، ۱۴۔ قرآنِ مجید میں تکرار کیوں ہے، ۱۵۔ حجاب شرعی، ۱۶۔ خوارق عادات، ۱۷۔ سنیما بینی، ۱۸۔ الروح فی القرآن، آپ کے خطبات میں خطبۂ ترک موالات، خطبہ جمعیۃ العلماء کلکتہ، خطبہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ، خطبۂ صدارت، ڈھاکہ، خطبہ جمعیۃ العلماء لاہور، خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی ان تمام تصنیفات میں

تفسیری حواشی اور فتح الملہم کو خصوصی شہرت نصیب ہوئی۔

۹۔ مسلم شریف جسے عام محدثین کے نزدیک صحیح بخاری کے بعد کتب احادیث میں سب سے بڑا درجہ حاصل ہے اور جسے امام ابوالحسن مسلم بن حجاج بن داؤد بن کوشاد قشیریؒ نے پندرہ سال کی محنت کے بعد تین لاکھ احادیث سے انتخاب کیا۔ ۷۵۱۳ احادیث پر مشتمل ہے اور حدیث کی اہم ترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ حافظ ابو علی نیشاپوری تو اس کو حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب تصور کرتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ماتحت اد یم السماء اصح من کتاب مسلم (فی علم الحدیث)

روئے زمین پر علم حدیث میں مسلم سے زیادہ کوئی صحیح ترین کتاب نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وجماعہ از مغاربہ نیز بہ ہمیں رفتہ است (بستان المحدثین، ص ۲۷۹) کہ اہل مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے مگر اکثر محدثین نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ بعض اہل علم نے صحت رواۃ اور حسن صناعت (حسن ترتیب) کے دو مختلف معیار قائم کرتے ہوئے پہلے معیار کے لحاظ سے صحیح بخاری کو اور دوسرے معیار کے لحاظ سے صحیح مسلم کو مرتبے میں مقدم ہونے کا درجہ دیا ہے چنانچہ حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعیؒ نے یہ دو معیار قائم کرتے ہوئے ان دو اہم کتب حدیث کے مرتبے کو اپنے درج ذیل دو اشعار کے ذریعے ظاہر کیا ہے۔

تنازع قوم فی البخاری و مسلم ۔ لدیّ و قالوایّ ذین یقدم

فقلت لقدفاق البخاری صحۃ۔کمافاق فی حسن الصناعۃ مسلم

لوگوں نے اس بارے میں تنازع کیا کہ بخاری و مسلم میں مرتبے کے اعتبار سے کون سی کتاب مقدم ہے، میری اس بارے میں یہ رائے ہے کہ صحت کے اعتبار سے بخاری مقدم ہے اور حسن ترتیب ابواب کے اعتبار سے مسلم مقدم ہے۔

امام مسلمؒ کی پیدائش خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں بقول علامہ ذہبیؒ ۲۰۴ھ میں ہوئی، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے جبکہ علامہ ابن الاثیر اور ابن خلکان کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امام کا سال پیدائش ۲۰۶ھ ہے، ۱۴ سال ہی کی عمر سے حضرت امام مسلمؒ کو علم حدیث سے شغف پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے حصول علم حدیث کے لئے بغداد، بصرہ، بلخ، مصر،

شام و حجاز مقدس وغیرہ کے سفر کئے۔ خود خراسان و نیشاپور میں اسحٰق بن راہویہؒ اور امام ذہلیؒ جیسے محدثین موجود تھے ان سے بھی استفادہ کیا۔ امام بخاریؒ جب نیشاپور تشریف لائے تو امام مسلمؒ نے اُن سے بھی خوب استفادہ کیا، بلکہ اُن سے اتنے زیادہ متاثر تھے کہ ایک مرتبہ اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

اقبل رجلیک یا اُستاذ الاستاذین و سیّد المحدثین و طبیب الحدیث فی علله۔

"اُستادوں کے اُستاد، محدثین کے سردار اور ضعیف احادیث کے ضعف جاننے کے ماہر طبیب"۔ امام بخاریؒ کی آپ اتنی عزت کرتے اور آپ کے دل میں اُن کا اتنا احترام تھا کہ ایک مرتبہ امام ذہلیؒ نے امام بخاریؒ کی مسئلہ خلق قرآن میں مخالفت کرتے ہوئے فرمایا۔

الامن کان یقول بقول البخاری فی مسئلة اللفظ بالقرآن فلیعتزل مجلسنا۔

مسئلہ لفظ بالقرآن میں جو امام بخاریؒ کے مسلک کا حامی ہو وہ ہماری مجلس میں آنا بند کردے۔

تو امام مسلمؒ نے ان کی روایات کے تمام مسودے انہیں واپس کر دیئے اور ان سے روایت بالکلیہ ترک کر دی۔ (تقی الدین ندوی مظاہری، "محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے" ص ۱۷۰)

حضرت امام مسلمؒ انتہائی پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ عمر بھر نہ کبھی کسی کی غیبت کی۔ نہ کسی کو مارا نہ کبھی گالی دی۔ اور صحیح اور ضعیف حدیث میں فرق پہچاننے کا انہیں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ اور وہ اپنے تمام اہل عصر میں اس صفت میں ممتاز تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

از عجائب مسلم آنست کہ گاہے در عمر خود کسے راغیبت نہ کردہ ونہ کسے رازدہ ونہ کسے راشتم کردہ۔ ودر معرفت صحیح از سقیم حدیث او مقدم بود بر جمیع اہل عصر خود (بستان المحدثین۔ ص ۲۸۰)

محدث ابو حاتم رازیؒ نے امام مسلمؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ پاک نے جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے۔ جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

امام مسلمؒ کا انتقال عجیب و غریب طور پر ہوا۔ رجب ۲۶۱ھ کے آخری ایام تھے کہ ایک مجلس میں ایک شخص نے ان سے کوئی حدیث پوچھی جس کا وہ فوری طور پر جواب نہ دے سکے۔ گھر آئے تو اوراق حدیث میں ڈوب گئے اور وہ پوچھی ہوئی حدیث تلاش کرنے لگے۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا تھا۔ اس میں سے ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث تلاش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام کھجوریں ختم ہو گئیں اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ بس یہی زیادہ کھجوریں کھانا ان کی موت کا سبب بن گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء تا ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء) نے اپنے درج ذیل خوبصورت قلعہ تاریخ میں حضرت امام مسلمؒ (جن کا لقب عساکر الدین ہے) کے سن ولادت کو باختلاف روایت (۲۰۲ھ / ۲۰۴ھ / ۲۰۶ھ) لفظ "بر" / ۲۰۲ لفظ "در" / ۲۰۴ لفظ "بدر" / ۲۰۶ سے آپ کے سال وفات کو لفظ ارنی / ۲۶۱ سے اور آپ کی عمر مبارک کو لفظ حان / ۵۹ سے نکالا ہے۔ فرماتے ہیں۔

كان العساكر حافظا و محدثا ـ جمع الصحيح منسق التحرير

ميلاده در (۲۰۴) وقيل البر (۲۰۲) بدر (۲۰۶) ـ ارنی (۲۶۱) وفاة حان (۵۹) بالتبشير

عساکر الدین امام مسلمؒ حافظ حدیث و عظیم محدث تھے۔ آپ نے صحیح مسلم کو انتہائی خوبصورت ترتیب کے ساتھ تحریر فرمایا۔ آپ کا سال ولادت باختلاف روایت لفظ دُرّ (۲۰۴ھ) بمعنی موتی لفظ بر (۲۰۲ھ) بمعنی نیکی اور لفظ بدر (۲۰۶ھ) بمعنی چودھویں کا چاند سے نکلتا ہے۔ آپ کا سال وفات لفظ ارنی (۲۶۱ھ) مجھے دکھاؤ (ان کا چہرۂ انور) سے نکلتا ہے اور ان کی عمر لفظ حان (۵۹) بمعنی موت کا وقت آپہونچا سے نکلتی ہے۔

۱۰۔ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، از علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء)۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی مسلم شریف کی یہ معرکۃ الآرا عربی شرح ابھی نصف بھی نہ لکھنے پائے تھے کہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ کے لئے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ (انا للہ) تین جلدوں میں آپ کی یہ شرح جس میں آپ نے کتاب النکاح تک احادیث کی

شرح کا کام مکمل کر لیا تھا۔ (یعنی مسلم شریف کی ۷۵۱۳ احادیث میں سے ۳۴۵۳/احادیث کی شرح کا کام) اس طرح شائع ہوئی۔

جلد۔۱/ صفحات ۔ ۵۰۰، بڑی تقطیع مع مقدمہ (صفحات مقدمہ ۱۰۸) مطبوعہ بجنور (ہند) ۱۳۵۲ھ،

جلد۔۲/ صفحات۔ ۵۱۲، بڑی تقطیع، مطبوعہ بجنور (ہند) ۱۳۵۴ھ

جلد۔۳/ صفحات۔ ۵۲۰، درمیانی تقطیع، مطبوعہ کراچی ۱۳۵۷ھ

مولانا محمد تقی عثمانی نے ''تکملہ فتح الملہم'' کی مزید چھ جلدیں لکھ کر اس نامکمل کام کو مکمل فرمایا۔ یہ ''تکملہ'' مسلم شریف کی حدیث نمبر ۳۴۵۴ تا حدیث نمبر ۷۵۱۳ کی شرح پر مشتمل ہے۔ اور ۱۴۰۵ھ تا ۱۴۱۶ھ طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ ''تکملہ'' کی ان چھ جلدوں کی طباعت اس طرح ہوئی۔ تکملہ جلد۔۱/ صفحات ۶۹۲، مطبوعہ دار العلوم۔ کراچی ۱۴۰۵ھ، اس میں یہ کتب ہیں۔ الرضاع، الطلاق، العتاق، البیوع، المساقاۃ، (تقریظ شیخ عبدالفتاح ابو غدۃ، حلبی)

تکملہ جلد۔۶/ صفحات۔ ۵۷۱، مطبوعہ دار العلوم۔ کراچی ۱۴۱۶ھ۔ اس میں یہ کتب ہیں: التوبۃ، صفات المنافقین، صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، الفتن، اشراط الساعۃ، الزہد، الرقاق اور التفسیر پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

مولانا محمد تقی عثمانی کا ''تکملہ فتح الملہم'' لکھنا کچھ ایسا ہی ہے جیسے خود حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے اُستاد محترم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (۱۲۶۸ یا ۱۳۳۹ھ) کے انتقال کے باعث ان کے ترجمہ قرآنِ کریم و نامکمل تفسیری حواشی تا سورۃ النساء کو آخر قرآن تک مکمل کیا، جو پہلی بار بجنور (ہند) سے ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا اور اب تفسیر عثمانی یا حواشی مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام سے مشہور ہے یا پھر جیسے علامہ شبلی نعمانیؒ (م ۱۳۳۳ھ) سیرت النبی ﷺ کا حصہ دوم (اخلاق نبوی ﷺ) لکھ رہے تھے کہ انتقال فرمایا اور ان کے لائق شاگرد مولانا سید سلیمان ندویؒ (م۔ ۱۳۷۳ھ) نے بقیہ کام (سیرت النبی۔ کل سات حصے) اُن کے انتقال کے بعد مکمل کیا اور شاگردی کا حق ادا کیا۔ یا جیسے صاحب جلالین (ثانی) علامہ جلال الدین محلیؒ (۷۹۱ تا ۸۶۴ھ) مشہور کتاب تفسیر جلالین مکمل نہ کر پائے تھے کہ انتقال فرمایا اور چھ سال بعد صاحب جلالین (اول) علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۸۴۹ تا ۹۱۱ھ) نے ۲۱ برس کی چھوٹی سی عمر میں صرف ایک چلے میں یہ کام مکمل فرما کر حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔

۱۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانی: فتح الملہم، جلد ۱، ص ۴۶، مطبوعہ بجنور ۱۳۵۲ھ۔

۱۲۔ اُستاذی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء تا ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء): "خیر الاصول فی حدیث الرسول۔" مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند / ص۔۳۔

مدرسہ خیر المدارس ملتان کے ۱۰ر شوال ۱۳۶۸ھ تا ۱۴ر شعبان ۱۳۶۹ھ (۱۹۴۹ تا ۱۹۵۰ء) کے دورۂ حدیث میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ میرے بخاری شریف کے اُستاد تھے جبکہ دیگر اساتذہ یہ تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری (مسلم شریف)، حضرت مولانا محمد عبداللہ رسالہ الصدیق ملتان (ابوداُود شریف)، حضرت مولانا عبدالشکور (ترمذی شریف) وغیرہ۔ حدیث شریف کے میرے دو استاد حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سینئر خلفا میں سے تھے۔ اس سال کے دورۂ حدیث کی رسم دستار بندی علماء عصر کے ایک بڑے اجتماع میں آئندہ سال ملتان میں منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ مہمان خصوصی تھے اور انہی کے مبارک ہاتھوں سے اس عاجز کی دستار بندی بھی ہوئی اور سند الفراغ وسند الحدیث والا جازہ بھی ملی۔

استاذی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ عمر وال بلہ۔ تحصیل نکودر، ضلع جالندھر میں اپنے ماموں حضرت شاہ محمد صاحب کے یہاں ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی الٰہی بخش تھا۔ ابتدائی تعلیم چک ۲۵۲ ضلع لائل پور (فیصل آباد) اور مدرسہ رشیدیہ نکودر میں حاصل کی پھر آپ نے مدرسہ صابریہ رائے پور گوجراں مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی (ضلع بلند شہر) اور بالآخر مدرسہ اشاعت العلوم، بریلی میں عربی درسی کتب پڑھیں۔ اور شعبان ۱۳۳۵ھ کے مدرسہ اشاعت العلوم۔ بریلی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں حضرت مولانا محمد احمد قاسمی، مہتمم دارالعلوم، دیوبند کے مبارک ہاتھوں سے سند الفراغ وسند الحدیث والا جازۃ حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے تدریس شروع کی۔ ابتداءً ایک سال یعنی شعبان ۱۳۳۶ھ تک اسی مدرسہ اشاعت الاسلام۔ بریلی میں متوسط کتابیں پڑھائیں۔ پھر ۱۳۴۵ھ تک منڈی صادق گنج۔ ریاست بھاولپور میں صدر مدرس رہے۔ پھر ۱۳۴۹ھ تک مدرسہ فیض محمدی۔ جالندھر میں ناظم تعلیمات رہے۔ بالآخر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورے سے مسجد عالمگیر بازار اٹاری، جالندھر شہر میں ۱۹ر شوال ۱۳۴۹ھ / ۹ر مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ خیر المدارس کا قیام عمل میں آیا تو ابتداءً آپ نے مولانا احمد بخش اور مولانا محمد علی کی رفاقت میں اور پھر ایک سال بعد اول الذکر کے انتقال اور ثانی الذکر

کے سیاسیات میں زیادہ مشغولی کے باعث تنہا مدرسے کا کام سنبھالا۔ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو مشرقی پنجاب میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے اور جالندھر میں مدرسہ چلانا ناممکن ہو گیا تو آپ ہجرت کر کے ملتان تشریف لے آئے اور اس طرح ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ / ۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں مدرسہ خیر المدارس کو نئی زندگی نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا ابتداءِ تدریس ہی سے تصوف کی طرف رجحان تھا اور ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء سے ہی آپ کی تھانہ بھون حاضری شروع ہو گئی تھی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بالآخر آپ کو ۹ر ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ / یکم جولائی ۱۹۲۵ء کو بیعت سے مشرف فرمایا اور ۱۷ر رجب ۱۳۴۷ھ کو بیعت و تلقین کی اجازت فرمائی۔ ۱۵ر ربیع الاول ۱۳۵۷ھ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ خود مدرسہ خیر المدارس۔ جالندھر تشریف لائے اور وہاں آپ سے متعدد خواتین و حضرات بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا رسالہ ''خیر الاصول فی حدیث الرسول'' جس کا اوپر تذکرہ ہوا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے نصاب میں داخل کرایا اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اسے مشکوۃ شریف سے پہلے پڑھایا جائے۔

مدرسہ خیر المدارس شعبان ۱۳۹۰ھ میں جب اپنے ۴۱ر سال مکمل کر چکا تو استاذی حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا اللہ پاک کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ ۲۰ر شعبان ۱۳۹۰ھ آپ پر دل کا شدید دورہ پڑا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (خیر الافادات مرتبہ مولانا محمد اقبال قریشی مطبوعہ لاہور ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ نے درج ذیل تاریخ وفات کہی۔

وفات جس کی ہے بیشک وفات علم و عمل
یہ کیسی ہستیٔ بے مثل کھو گئی تاریخ
سرِ الم سے پکارا جو آج ہاتف نے
ا
وفات خیر محمد ہی ہو گئی تاریخ

۱۳۸۹ + ۱ ر ۱۳۹۰ھ

ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان ۹۰ھ

مہتمم نجم المدارس۔ کلاچی مولانا عبدالکریم نے فارسی میں یہ تاریخ وفات کہی۔

چوز تاریخ وصالش شد بھاتف گفتگو
خیر از د خیر المدارس گفت او

۸۱۰ ۔ ۱۴ ۔ ۸۱۰ ۔ ۳۳۶ = ۱۹۷۰ء

ماہنامہ بینات۔ کراچی محرم ۹۱ھ ۱۹۷۰ء

۱۳۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ: خیر الاصول فی حدیث الرسول، ص ۳، مطبوعہ دیوبند،

۱۴۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ مقدمہ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم (مطبوعہ بجنور ۱۳۵۲ھ) ص۔ ۲،

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، رسالہ اصول حدیث نظم فارسی۔ مطبوعہ دیوبند۔

۱۸۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ (خطبۃ الکتاب و مقدمہ) مطبوعہ بیروت لبنان ۱۳۲۸ھ،

۱۹۔ شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا محمد اویس نگرامی ندوی، "اصول حدیث" مطبوعہ کراچی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۴ء، ص ۵

۲۰۔ خلاصہ تحقیق صاحب منجد،

۲۱۔ سورۃ الحدید، آیت ۳،

۲۲۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری،

۲۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم (مقدمہ)

۲۴۔ سورۃ النحل، آیت ۴۴

۲۵۔ سورۃ النساء، آیت ۸۰

۲۶۔ سورۃ النجم، آیت ۳/۴

۲۷۔ سورۃ النساء، آیت ۱۰۳

۲۸۔ سورۃ المعارج، آیت ۲۴/۲۵

۲۹۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۷

۳۰۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قولہ کلوا واشربوا، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء، ص ۶۴۷، ج۔ ۲،

۳۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۳۴

۳۲۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ بیروت لبنان، طبعۃ ثانیہ، ص ۳۰۴/ ج ۲

۳۳۔ سورۃ النساء، آیت ۱۲۳

۳۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۷۸/ ج ۱

۳۵۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ، صحیح بخاری / ص ۱۱۲۸/ ۱۱۲۹/ ج ۲،

۳۶۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم (مقدمہ)

۳۷۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ، خطبات مدراس، "مطبوعہ اعظم گڑھ طبع چہارم، ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء،
ص ۴۱،

۳۸۔ مشکوٰۃ، کتاب العلم،

۳۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مقدمہ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم

۴۰۔ سورۃ المائدہ، آیت ۶۷

۴۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء، کتاب العلم، الفصل الاول

۴۲۔ ترمذی کتاب الداعوات، ۳۳۷۱،

۴۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ

۴۴۔ الفقیہ المتفق، خطیب بغدادی، ۱/۲۱۱،

۴۵۔ مسلم کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضو،

۴۶۔ مسند احمد، ۲/ ۴۰۰،

۴۷۔ مشکوٰۃ، ص ۳۵

۴۸۔ مشکوٰۃ، ص ۳۴،

۴۹۔ مسلم، مقدمہ، باب ۲، رقم ۳

۵۰۔ ابوداؤد، کداب العلم، باب ۹، رقم ۳۶۵۸،

۵۱۔ مشکوٰۃ، کتاب العلم،

۵۲۔ سورۃ القصف۔ آیت ۳

۵۳۔ امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ، المستدرک، کتاب العلم قیدوا العلم بالکتابۃ، (ص۔۱۰۶/ ج۔۱)

۵۴۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابہ، ص ۵۵۳،

۵۵۔ المنجد فی اللغۃ، مطبوعہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ العشرون، ۱۹۶۰ء، ص ۶۲۵،

۵۶۔ مسلم، ا/ ۲۱۴،
۵۷۔ ترمذی، ۲/۱۰۶، ۱۰۷،
۵۸۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ، ص ۲۰۵/ ج۔ ۴،
۵۹۔ بخاری، کتاب العلم، حدیث ا،
۶۰۔ بخاری، کتاب العلم، حدیث ۲،
۶۱۔ صحیح بخاری، / ص۔ ۲۲/ ج۔ ا،
۶۱۔الف۔ فتح الباری، ا/ ۵۲۶،
۶۲۔ بخاری، ا/ ۲۰،
۶۳۔ تقی الدین ندوی مظاہری، محدثین عظام، مطبوعہ کراچی، ص ۶۱
۶۴۔ ایضاً،

قلوپطرہ®
روشن اور خوبصورت آنکھوں کے لئے
CLEOPATRA®
سُرمہ۔ سُرمی۔ کاجل
MANUFACTURES:
SHAMSI INDUSTRIAL COMPANY
® REGISTERD TRADE MARK.